روزنامہ الفضل ربوہ

ایڈیٹر: نسیم سیفی

فون ۴۴۹

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

جلد ۴۱/۷۶
منگل ۳- شعبان ۱۴۱۱ھ
حضرت فضل عمر نمبر
نمبر ۴۲

۱۹ تبلیغ ۱۳۷۰ہش
۱۹- فروری ۱۹۹۱ء
قیمت ۳- روپے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سیّدنا حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا پُر معارف منظوم کلام

معرفتِ حق

آواز آ رہی ہے یہ فونوگراف سے
ڈھونڈو خدا کو دل سے نہ لاف و گزاف سے

جب تک عمل نہیں ہے دلِ پاک و صاف سے
کمتر نہیں یہ مشغلہ بُت کے طواف سے

باہر نہیں اگر دلِ مُردہ غلاف سے
حاصل ہی کیا ہے جنگ و جدال و خلاف سے

وہ دیں ہی کیا ہے جس میں خدا سے نشاں نہ ہو
تائیدِ حق نہ ہو مددِ آسماں نہ ہو

مذہب بھی ایک کھیل ہے جب تک یقیں نہیں
جو نُور سے تہی ہے خدا سے وہ دیں نہیں

دینِ خدا وہی ہے جو دریائے نُور ہے
جو اس سے دُور ہے وہ خدا سے بھی دُور ہے

دینِ خدا وہی ہے جو ہے وہ خدا نما
کس کام کا وہ دیں جو نہ ہووے گرہ کُشا

جن کا یہ دیں نہیں ہے نہیں ان میں کچھ بھی دَم
دنیا سے آگے ایک بھی چلتا نہیں قدم

وہ لوگ جو کہ معرفتِ حق میں خام ہیں
بُت ترک کر کے پھر بھی بُتوں کے غلام ہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ | پبلشر : آغا سیف اللہ ، پرنٹر : قاضی منیر احمد
مطبع : ضیاء الاسلام پریس ۔ ربوہ
مقام اشاعت : دار النصر غربی ۔ ربوہ | قیمت تین روپے

۱۹ تبلیغ ۱۳۷۰ ہش ۱۹ ۔ فروری ۱۹۹۱ء

حضرت فضل عمرؒ

حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے) کا ذکر کرنے سے پہلے انسان سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ بات کہاں سے شروع کرے ۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے کس پہلو کو اہمیت دے کر اسے اوّلیت دی جائے اور حضرت فضل عمر کی اس پہلو کے متعلق مساعی جمیلہ کا ذکر کیا جائے ۔ حضور نے امامت (ثانی) کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہونے سے بھی پہلے احمدیت کی خدمت میں شب و روز گزارے اور اس عہدے پر فائز ہونے کے بعد تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے ایک لمبا عرصہ تک ــــ جو باون سال تک ممتد ہے ۔ احمدیت کی اس رنگ میں خدمت کی کہ آئندہ ہر زمانے میں اس کے اثرات ظاہر ہوتے رہیں گے ۔ اور دنیا کی تمام آنے والی نسلیں حضور انور سے مستفید ہوتی رہیں گی ۔

جماعت کے ہر طبقہ کی تربیت کے لئے حضور نے ذیلی تنظیموں کے ذریعہ ایسا موقعہ فراہم فرمایا کہ بچے اپنی جگہ پر ۔ خواتین اپنی جگہ پر ۔ نوجوان اپنی جگہ پر اور معمّر لوگ اپنی جگہ پر مصروف کار ہوگئے ۔ اور کاروانِ احمدیت کو تیز سے تیز تر کر دیا ۔

علمی طور پر حضور انور نے ساری دنیا میں وہ انوار پھیلائے کہ احمدیہ جماعت کے افراد اور دیگر باشعور دوست اس سے ہمہ وقت مستفیض ہوتے ہیں اور ہوتے رہیں گے ۔ انتظامی طور پر جماعت کا جو ڈھانچہ اس وقت نظر آ رہا ہے یہ سارے کا سارا حضرت فضل عمر ۔ اللہ تعالیٰ آپ سے راضی رہے ۔ کا دیا ہوا ہے ۔ اس ڈھانچے کے ذریعہ ساری دنیا کے احمدی اس طرح منظّم ہوگئے ہیں کہ یہ ایک مربوط عمارت بن گئی ہے کہ جس کی ہر اینٹ دوسری اینٹ کو تقویّت دیتی اور ساری عمارت کا سہارا بنتی ہے ۔

اب ہمارا یہ فرض ہے کہ حضرت فضل عمر کے ارشادات کو ہمیشہ مدِّ نظر رکھ کر اس راہ پر چلتے رہیں ۔ جس پر آپ نے جماعت کو اپنے باون سالہ دَورِ امامت میں چلایا تھا ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے

اے خدا حق کا بول بالا کر
مالک الملک تُو ہے ربِّ کریم

مورِ بے مایہ کی طرح ہیں ہم
اور مقصد ہے اپنا کتنا عظیم

ــــــ ابوالاقبال

میری نظر میں جھوم اُٹھے شعلہ و شرار
ہر نخلِ آرزو نے سجائے ہیں برگ و بار

تاروں کا ڈوبنا تو سحر کی نوید ہے
ہونے لگا ہے شرق سے کرنوں کا انتشار

دل یُوں دھڑک رہا ہے کہ منزل ہے سامنے
منزل سے یہ عیاں ہے کہ ہے میرا انتظار

ہر ہمسفر کے ہاتھ میں دیتا ہوں اپنا ہاتھ
ہر ہمقدم پہ ہے مرا ذوقِ سفر نثار

اُس کی نگاہ جب سے بنی ہے شریکِ کار
دل پر یقین ہے مجھے آنکھوں پہ اعتبار

جذبِ دروں کو جس نے عطا کی حیاتِ نَو
اس کی نوازشات کروں کس طرح شمار

عِلم و عمل کی شمع جلائی کچھ اس طرح
ہر قلب و جاں پہ کُھل گئے اوصافِ نور و نار

آواز دی تو سارا زمانہ جگا دیا
دیکھا تو اک نظر سے کیا سبکو تابدار

ہر مرحلہ سے گذرے مُریدانِ باوفا
ہر گام پر وہ آئے نظر دُرِّ شاہوار

یہ قول ہے نسیم ہمارا چراغِ راہ
"محمود کر کے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار"

نسیم سیفی

حضرت فضل عمر ۔ اللہ تعالیٰ آپ سے ہمیشہ راضی رہے ۔ کے باون سالہ دَورِ امامت میں احمدیہ جماعت نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر جہت سے ترقی کی ۔ اور جماعت نہ صرف مختلف ممالک میں پھیلی بلکہ انتہائی طور پہ منظّم بھی ہوئی ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا پُر معارف منظوم کلام

خدا تعالیٰ کا شکر اور دُعا بزبان امّاں جان

ہے عجب میرے خدا میرے پہ احساں تیرا
کِس طرح شکر کروں اے مرے سُلطاں تیرا

ایک ذرّہ بھی نہیں تُو نے کیا مجھ سے فرق
میرے اس جسم کا ہر ذرّہ ہو قرباں تیرا

سَر سے پا تک ہیں الٰہی ترے احساں مجھ پر
مجھ پہ برسا ہے سدا فضل کا باراں تیرا

تُو نے اس عاجزہ کو چار دیئے ہیں لڑکے
تیری بخشش ہے یہ اور فضلِ نمایاں تیرا

پہلا فرزند ہے محمود مبارک چوتھا
دونوں کے بیچ بشیر اور شریفاں تیرا

تُو نے ان چاروں کی پہلے سے بشارت دی تھی
تُو وہ حاکم ہے کہ ٹلتا نہیں فرماں تیرا

تیرے احسانوں کا کیونکر ہو بیاں اے پیارے
مجھ پہ بے حد ہے کرم اے مرے جاناں تیرا

کوئی ضائع نہیں ہوتا جو ترا طالب ہے
کوئی رُسوا نہیں ہوتا جو ہے جویاں تیرا

آسماں پر سے فرشتے بھی مدد کرتے ہیں
کوئی ہو جائے اگر بندۂ فرماں تیرا

جس نے دل تجھ کو دیا ہو گیا سب کچھ اُس کا
سب ثنا کرتے ہیں جب ہووے ثنا خواں تیرا

حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے) کا

مناجاتی کلام

دستِ کوتاہ کو پھر درازی بخش
خاکساروں کو سرفرازی بخش

جیت لُوں تیرے واسطے سب دل
وہ ادا ہائے جاں نوازی بخش

پانی کر دے علومِ قرآں کو
گاؤں گاؤں میں ایک رازی بخش

رُوح فاقوں سے ہو رہی ہے نڈھال
ہم کو پھر نعمتِ حجازی بخش

بُتِ مغرب ہے ناز پر مائل
اپنے بندوں کو بے نیازی بخش

جھوٹ کو چاروں شانے چت کر دیں
مومنوں کو وہ راستبازی بخش

رُوحِ اقدام و دُور بین نگاہ
قلبِ شیر و نگاہِ بازی بخش

پائے اقدس کو چُوم لُوں بڑھ کر
مجھ کو تو ایسی پاکبازی بخش

سر گرانی میں عمر گذری ہے
سروری بخش سرفرازی بخش

کُفر کی چیرہ دستیوں کو مٹا
دستِ اسلام کو درازی بخش

سیّد الانبیاءؐ کی اُمّت کو
جو ہوں غازی بھی وہ نمازی بخش

ہوں جہاں گرد ہم میں پھر پیدا
سِندباد اور پھر جہازی بخش

میرے محمود بن مرا محمود
مجھ کو تو سیرتِ ایازی بخش

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میرا سفر

محمودؑ کی کہانی — محمودؑ کی زبانی

(یہ مضمون سوانح فضل عمر جلد اوّل سے لیا گیا ہے)

خداتعالیٰ نے انسان پر حجت قائم کرنے کے لئے ذرہ ذرہ میں ایک خاص شان رکھی ہے ایک ایک نکتہ خداتعالیٰ کی ہستی پر دلالت کر رہا ہے اور ایک ایک شعشہ اس کی قدرت کا مظہر ہے سورج روشن ہے اور اس کی روشنی سے ایک نہیں، دو نہیں، لاکھوں فائدے دنیا کو پہنچ رہے ہیں۔ اور پھر ان فائدوں سے ایک دو آدمی ہی متمتع نہیں ہوتے بلکہ بے شمار مخلوقات فائدہ اٹھا رہی ہے۔ اگر انسان ایک بڑے مکان میں بیٹھا ہوا اس کے فوائد سے حصہ لے رہا ہے تو جانور اپنے گھونسلے میں اس سے کچھ کم نہیں لیتا۔ اور چھچھوندر جو سورج کے آگے اپنی آنکھیں نہیں کر سکتی اور روشنی کو دیکھ ہی نہیں سکتی۔ وہ گو کہ ظاہر میں اس سے دور ہے لیکن چشم بصیرت رکھنے والے انسان جانتے ہیں کہ اس اندھیرے میں بھی سورج کی روشنی اور تپش اسے فائدہ پہنچا رہی ہے اور اس کی زندگی پر ایک بہت بڑا اثر کر رہی ہے۔ غرض یہ تو ایک موٹی مثال ہے جس سے ایک انسان نصیحت حاصل کر سکتا ہے۔ ورنہ جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں، ذرہ ذرہ میں خاص حکمتیں مخفی ہیں جو کہ انسان کو خدا کی طرف رہنمائی کر رہی ہیں۔ اس لئے قرآن شریف میں خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ (زمین میں پھرو) کیونکہ انسان جس طرف پھرے گا اور مختلف ممالک کی سیر کرے گا اور مختلف اشیاء پر غور کرے گا، اسی قدر اسے معرفت اور نیکی کی توفیق ملے گی۔ ... اس لئے حکم ہوا ہے کہ اپنے کھانے سے، اپنے پینے سے، اپنے چلنے پھرنے سے غرض ہر ایک بات سے نصیحت حاصل کرو تاکہ نفس کے خفیہ حملوں سے محفوظ رہو۔ اور یہ بات صرف کہنے کی ہی نہیں، بلکہ اس میں خود میرا ذاتی تجربہ ہے اور میں نے اس سے فائدہ اٹھایا ہے اور خدا کے فضل سے ہر روز فائدہ اٹھاتا ہوں۔

ابھی پچھلے دنوں میں مجھے ایک سفر کرنا پڑا ہے جس سے مجھے اس قدر فائدہ پہنچا ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ بعض ایسی چیزیں میرے سامنے آئیں کہ ان میں میں نے خود خدا کو دیکھا۔ بعض ایسے وجود میں نے دیکھے ہیں کہ وہ خود خدا کا ثبوت تھے اور خدا کی ہستی کو ثابت کر رہے تھے۔ غرض کہ بے شمار فوائد تھے کہ اگر ایک ایک کو لکھنے بیٹھوں تو شاید دفتروں کے دفتر لکھنے پڑیں لیکن باوجود اس کے کہ میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے سفر کا ایک مختصر حال لکھوں۔ شاید کوئی سعید روح اس سے فائدہ اٹھائے اور میں بھی ثواب کا مستحق ٹھہروں۔ اتفاق کی بات ہے کہ بعض دنوں میں تو کئی کئی مہینے تک باہر نکلنا مشکل ہو جاتا ہے اور بعض دنوں میں خدا کی قدرت ایسے سامان مہیا کرتی ہے کہ مجبوراً مختلف جگہوں میں یکے بعد دیگرے پھرنا پڑتا ہے۔

لاہور میں بارہ وفات کا جلسہ تھا کہ مکرمی خواجہ کمال الدین صاحب نے مجھے اس موقع پر آنے کے لئے فرمایا اور حضرت (امام جماعت) سے بھی اجازت طلب کی۔ اور آپ کی اجازت پر میرا ارادہ ہوا کہ دو یا تین اپریل کو یہاں سے روانہ لاہور ہوں گا۔ اتنے میں والدہ ماجدہ کا ارادہ دہلی جانے کا ہوا اور دہلی سے میر قاسم علی صاحب نے خط لکھا کہ میں بھی وہاں جاؤں۔ اور یہ بات اس کی محرک ہوئی کہ میں دو یا تین کو یہاں سے چلنے کی بجائے غالباً ۲۸ تاریخ کو یہاں سے روانہ ہوا۔ چونکہ والدہ صاحبہ ( ) نے کپورتھلہ میں ٹھہرنا تھا اس لئے میں بھی سیدھا کپورتھلہ ساتھ گیا اور وہاں سے پھر لاہور جانے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اسی دن شام کو چار بجے کے قریب ہم کپورتھلہ پہنچے۔ یہ وہ جگہ ہے کہ جہاں حضرت اقدس (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) کا بھی کچھ مدت قیام رہا ہے۔ خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ خاص خاص جگہوں میں خاص خاص خصوصیتیں ہوتی ہیں۔ کپورتھلہ کی مٹی میں خداتعالیٰ نے وہ اثر رکھا ہے کہ یہاں جس قدر لوگ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے ہیں کسی دلیل، کسی معجزہ، کسی نشان کی وجہ سے نہیں ہوئے اور نہ انہیں کسی کشف و کرامت کی ضرورت ہے کہ ان کے ایمان کو قائم رکھے۔ بڑے سے بڑا ابتلا ہو اور کیسا ہی سخت امتحان ہو۔ ان لوگوں پر خدا کا کچھ ایسا فضل ہے کہ ان کا پائے ثبات ذرا بھی لغزش نہیں کھاتا۔ اور اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) کی معجزانہ زندگی کو دیکھ کر آپ کی بیعت ہی نہیں کی بلکہ عشق پیدا کیا ہے اور یہاں تک ترقی کی ہے کہ "لیلیٰ را بچشم مجنوں باید دید" کا معاملہ ہوگیا ہے۔ ان لوگوں نے خدا کے ( ) کی زندگی کو دیکھ لیا ہے کہ وہ کیسی پاک اور صاف تھی اور مشاہدہ کر لیا ہے کہ وہ گناہوں سے کیسا پاک تھا۔ .. چنانچہ ان کا یہی اخلاص اور محبت ہی حضرت صاحب کو وہاں کھینچ کر لے گیا۔ اور یہی ہمیں بھی وہاں لے گیا ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس شخص سے ہمیں محبت ہے۔ اس کے متعلقین سے بھی قدرتاً محبت ہوتی ہے۔ اس لئے سچی دوستی کی نشانی یہی سمجھی گئی ہے کہ ایک دوست دوسرے دوست کے مال و جان اور عزیز و اقارب کا اسی طرح محافظ ہو اور چاہنے والا ہو جیسے کہ وہ اپنے مال و جان کی حفاظت کرتا اور اپنے عزیز و اقارب کو چاہتا ہے۔ پس وہ شخص جس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر یہ اقرار کیا ہو کہ ہم تجھ سے تمام دنیا کے رشتوں اور دوستیوں سے بڑھ کر سلوک کریں گے، اس کی ہر ایک چیز کیوں پیاری نہ ہو۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ اس جماعت کو ہم سے ایک خاص محبت اور اخلاص ہے بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ محض اخلاص ہی اخلاص ہے اور نفسانی خواہشیں ان میں بالکل نہیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت صاحب نے ان کو ایک موقع پر لکھا۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ قیامت کو بھی میرے ساتھ ہوں گے کیونکہ دنیا میں بھی آپ نے میرا ساتھ دیا ہے اس جگہ میں نے کامل ایمان کے کئی نمونے دیکھے اور سنے۔ لیکن ایک بات نے تو مجھ پر وہ اثر کیا کہ میری روح کو قول بلی یاد آ گیا اور اگرچہ اس کا لکھنا شاید عام لوگوں کے لئے مفید ثابت نہ ہو لیکن بعض بامذاق لوگوں کے لئے جن کو خاص ذوقی بات عام دلائل سے زیادہ فائدہ مند ہوتی ہے، شاید مفید ثابت ہو۔ منشی محمد ارورا صاحب جو حضرت صاحب کے نہایت پرانے مریدین میں سے ہیں اور حضرت اقدس سے خاص محبت جو شاید دوسری جگہ بہت کم ملے رکھتے ہیں۔ انہوں نے سنایا کہ ایک دفعہ حضرت نے مجھ سے پوچھا کہ سب لوگ دعا کے لئے کہتے ہیں اور آپ بالکل نہیں کہتے، اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے کہنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ میں آپ خدا تعالیٰ سے مانگ لیتا ہوں اور اس وقت آپ پر اس کے جو احسانات اور کرم ہیں ان کو زیر نظر رکھ لیتا ہوں اور وہ کام خود بخود ہو جاتا ہے۔ مجھے اس سے ایک تو ان کے ایمان پر خیال گیا کہ کیا ایمان ہے! اور خداتعالیٰ کے رحموں پر کس قدر بھروسہ ہے! اور دوسرے حضرت اقدس کی سچائی پر کیا ایمان ہے! اور دوسری طرف میرا خیال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف گیا۔ چونکہ وہ ایک عظیم الشان نبی تھے۔ اس لئے انہوں نے بھی ایمان کا اس قسم کا ایک نمونہ دکھایا ہے جو کہ ان کی طہارت نفس کی وجہ سے بہت ارفع ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت جبرائیل آپ کے پاس آئے اور کہا کہ کچھ خواہش ہو تو فرمائیے۔ آپ نے نہایت بے توجہی سے جواب دیا کہ کچھ نہیں میری تم سے کچھ غرض نہیں۔ انہوں نے دوبارہ کہا کہ خداتعالیٰ سے کچھ پیغام ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے کوئی واسطہ پسند نہیں۔ انہوں نے سہ بارہ کہا کہ اچھا تو دعا کیجئے آپ نے جواب دیا کہ وہ آپ نہیں دیکھتا جو میں اسے سناؤں کہ میرا کیا حال ہے۔ ؟ وہ پاک ہے اللہ کی ذات کیسا ایمان ہے اور کیسا غنیٰ ہے! اسی کا نتیجہ ہے کہ قرآن شریف میں جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کچھ ذکر آئے، وہیں قرآن شریف کی عبارت محبت سے بھری ہوئی معلوم ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ محب اپنے محبوب کا ذکر کر رہا ہے۔ خیر بات لمبی ہوتی ہے۔ اس لئے میں اور زیادہ واقعات نہیں لکھتا کیونکہ اور بہت کچھ سنانا ہے۔

یہاں کی بعض قابل دید عمارات بھی دیکھیں اور ایک چھوٹی سی ندی جو نظارہ قدرت کو عجیب طرح خوبصورت کر کے دکھاتی ہے، وہ بھی دیکھی۔ یہاں کے راجہ صاحب کو سیر و سیاحت کا بہت شوق ہے اور جس ملک میں جاتے ہیں، وہاں کی کچھ چیزیں لا کر اپنے ہاں رکھتے ہیں۔ اگر وہ اس سے ایک ناصح کا کام لیویں تو میرے خیال میں کئی واعظ وہ کام نہیں کر سکتے جو وہ بے جان چیزیں کر سکتی ہیں۔ یہاں بعض (غیر از جماعت) صاحبان بھی ملاقات کو آئے جن میں سے ایک صاحب اہل ہنود میں سے تھے جو یہاں مختاری کا کام کرتے ہیں اور انہوں نے لیکچر کے لئے کہا لیکن چونکہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں نے دوسرے ہی دن لاہور جانا تھا اس لئے زیادہ ٹھہرنا مشکل تھا۔ دوسرے دن میں لاہور کی طرف روانہ ہوا اور والدہ صاحبہ دہلی کی طرف۔ ۲ تاریخ کو میں لاہور پہنچا اور برادرم مکرم سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان پر ٹھہرا۔ تیسرے دن یعنی چار تاریخ کو لیکچر شروع ہوئے۔ لاہور کے بہت سے معززین جلسہ میں آئے تھے جس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ اندر ہی اندر لوگوں کے دلوں کو اس طرف پھیر رہا ہے۔ ورنہ ایک دن وہ تھا کہ خود حضرت اقدس کی تحریر سے لوگ بھاگتے تھے اور آج آپ کے خدام کی باتوں کو غور سے سنتے ہیں۔ یہی وہ لاہور ہے کہ جہاں آپ کی وفات کے وقت دشمنوں نے وہ شور مچایا کہ الاماں ۔۔۔۔ ہم وہی ہیں جو پہلے تھے۔ وہی لوگ ہیں، وہی تعلیم ہے، وہی خیالات ہیں، وہی عمل ہیں۔ ہاں اگر فرق ہے تو یہ کہ وہ محمود وجود نہیں رہا۔ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ شہر کے بہت سے رؤسا اس موقع پر آئے تھے۔ اور ان میں سے بعض اس سلسلہ کے سخت معاندین میں سے تھے لیکن عام طور پر سب پر اثر نیک ہوا اور سب نے معلوم کر لیا کہ اگر اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کرنے والا کوئی گروہ ہے تو وہ یہی فرقہ ہے۔ اس دن کی کارروائی نہایت عمدگی سے ختم ہوئی۔ دوسرے دن بھی اچھی رونق تھی۔ میرا لیکچر بارہ وفاتِ مسیح پر تھا۔ جو کہ (اللہ چاہے گا تو) رسالہ تشحیذ الاذہان میں چھپ کر شائع ہو جائے گا۔ اس دن بھی لوگوں پر بہت نیک اثر ہوا اور اُن کے دلوں سے وہ وحشت جو ہم سے رکھتے تھے، کچھ دور ہوئی۔

جلسہ ختم ہونے کے تھوڑی ہی دیر بعد میں دہلی کو روانہ ہوا۔ اور صبح آٹھ بجے کے قریب وہاں پہنچ گیا۔ یہی وہ شہر ہے کہ جس سے حضرت اقدس کی مخالفت نے اول ہی اول خطرناک صورت اختیار کی اور جہاں کے مشہور مولوی نذیر حسین کے فتویٰ نے مسلمانوں میں مخالفت کا ایک عام جوش بھڑکا دیا۔ مگر باوجود اس کے حضرت اقدس کو اس شہر سے ایک خاص انس رہا ہے۔ آپ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ میں امید کرتا ہوں کہ دہلی کے وفات یافتہ بزرگوں کی روحیں ایک دن ضرور جوش میں آئیں گی ۔۔۔ آپ فرماتے تھے کہ وہ شہر جہاں اس قدر اولیاء اور بزرگ دفن ہیں، کہ جن کی تعداد زندوں سے بڑھ گئی ہے، کیا اس کے باشندوں کو خدا ہدایت کے بغیر چھوڑ دے گا؟ غرض ایسے شہر میں آنا میرے لئے ایک عجیب بات تھی اور کئی کیفیتیں پیدا ہو رہی تھیں۔ میں اس شہر میں جاتا ہوں جس کے لوگوں نے سب شہروں سے زیادہ حضرت اقدس کا مقابلہ کیا جس میں سوائے ایک دو آدمیوں کے کسی نے آپ کی سچائی کو قبول نہ کیا۔ جس کے باشندوں نے آپ کے قتل کرنے کی ٹھانی، جنہوں نے آپ کو کافر قرار دینے میں سب سے زیادہ پیش قدمی کی اور پھر باوجود اس کے جس شہر سے حضرت (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) کو محبت تھی۔ جس کی نسبت میں آپ کا فیصلہ ایک مدت پہلے سے آپ کی زبان سے سن چکا تھا میرے سامنے ایک طرف تو قبروں کا سلسلہ تھا کہ جس میں بڑے بڑے اولیاء مدفون تھے اور بڑے بڑے اقطاب، غوث امن کی نیند سو رہے تھے اور دوسری طرف وہ لوگ نظر آتے تھے کہ جن کو خدا اور رسول سے کچھ تعلق ہی نہیں۔ اور جو ہر وقت دنیا کے دھندوں میں پھنسے ہوئے دکھ اور تکلیفیں اٹھا رہے ہیں۔ ایک طرف تو مجھے وہ لوگ نظر آتے تھے جو قبروں میں ہوشیار اور مرنے کے بعد زندہ ہیں۔ اور ایک طرف وہ لوگ، جو باوجود آنکھیں کھلی ہونے کے بے ہوش اور باوجود زندہ ہونے کے مردہ تھے۔ ایک طرف تو وہ گروہ تھا جنہوں نے اپنی زندگی ہی میں اپنے آپ کو مار لیا مگر اور دنیا کو زندہ کر دیا۔ مگر دوسری طرف وہ جماعت تھی کہ جنہوں نے باوجود مردہ ہونے کے اپنے آپ کو زندہ سمجھا اور اپنے فائدہ کی خاطر اور لوگوں کو بھی ہلاک کیا۔ غرض کہ دہلی کا ایک ایک آدمی اور ایک ایک مکان اور ایک ایک گلی اور ایک ایک مقبرہ اور ایک ایک خانقاہ اور ایک ایک مسجد الگ شانِ خدا نمائی رکھتی تھی جو میرے دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہتی تھی۔

غرض بہت سی مختلف کیفیتیں میرے دل میں پیدا ہوئیں۔ میرے وہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ میر قاسم علی صاحب نے جو ایک پر جوش اور مخلص احمدی ہیں، دہلی میں میرا کوئی لیکچر کروانے کی بھی تجویز کی ہوئی ہے چونکہ میں نے وہاں صرف ایک دو دن ہی ٹھہرنا تھا، اس لئے ہفتہ کی رات کو لیکچر قرار دیا۔ اور مضمون "اسلام اور آریہ مذہب" قرار پایا۔ جمعرات کو ہم سب لوگ نظام الدین اولیاء، ہمایوں بادشاہ، منصور اور خواجہ قطب الدین صاحب کے مقابر دیکھنے کے لئے روانہ ہوئے۔ سب سے پہلے تو وہ قلعہ دیکھا جہاں لودھی خاندان کے بادشاہ رہا کرتے تھے اور جہاں ہمایوں بادشاہ نے بھی اپنی جائے رہائش بنائی تھی۔ یہ قلعہ بجائے خود ایک عبرت کا مقام ہے بلکہ نہایت ہی عبرت کا مقام ہے کیونکہ یا تو کسی وقت اس کی وہ شان و شوکت تھی کہ ہندوستان کے عظیم الشان بادشاہ اس میں رہتے تھے اور یہ ان کا عشرت کدہ تھا لیکن آج یہ حالت ہے کہ وہ فصیل جو سخت خطرناک اور طاقتور دشمنوں کی روک تھام کے لئے بنائی گئی تھی اب نہایت شکستہ حالت میں ہے۔ پتھر گرے ہوئے ہیں کہیں سے تو بہت ہی گری ہوئی ہے اور کہیں ذرا اچھی حالت میں ہے لیکن پھر بھی اتنا ضرور ہے کہ دیوار کی چوڑائی نصف سے بھی کم رہ گئی ہے کیونکہ بہت کثرت کے ساتھ پتھر گر گئے ہیں۔ خیر یہ تو باہر کی حالت ہوئی۔ اندر کا نظارہ اس سے بھی زیادہ عبرتناک ہے یعنی وہ قلعہ جہاں وہ لوگ رہتے تھے کہ جن کے آگے بڑے بڑے بادشاہوں کے سر جھکتے تھے اس میں اب گوجر لوگ رہتے ہیں۔ کوئی زمانہ ایسا ہوگا کہ اس قلعہ کی صفائی کا ایسا خیال رکھا جاتا ہوگا کہ ایک تنکا تک نظر نہ آتا ہوگا مگر آج تو یہ حالت ہے کہ جابجا گوبر کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں اور جگہ جگہ پر مویشی بندھے ہوتے ہیں۔ سوائے چند تاریخی عمارات کے سب عمارتیں مسمار ہیں اور ان کے ملبہ سے ان گوجروں نے اپنے رہائشی مکان بنائے ہیں۔ (پاک ذات ہے اللہ) وہی ملبہ جس کے اٹھانے کے لئے انہی لوگوں کے باپ دادا ہزار کوششیں کرتے ہوں گے اور شاہی مزدوروں میں داخل ہونا چاہتے ہوں گے۔ آج یہ لوگ اس کے مالک بن رہے ہیں اور وہ جگہ جس میں داخل ہونے کے لئے بڑے بڑے راجوں مہاراجوں کو مہینوں وزیروں امیروں کی منت سماجت کرنی پڑتی ہوگی، آج اس جگہ پر گویا ان گوجروں کا قبضہ ہے۔ اس قلعہ میں ایک عالیشان مسجد بھی ہے جس کے صحن میں ایک حوض بنا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ اس قلعہ میں وہ برج بھی ہے جس پر سے ہمایوں بادشاہ گرا تھا۔ یہ ایک چھوٹا سا گول برج ہے جو سیاروں کی گردش دیکھنے کے لئے بنایا گیا تھا۔ یہ بھی سنگ سرخ کا ہے پتھر ہی کا زینہ ہے اور جس زینہ سے ہمایوں کا پاؤں پھسلا تھا وہاں سے سیڑھی کاٹ کر نشان بنایا ہوا ہے جو کہ ایسا خطرناک ہے کہ مجھے خوف ہے کہ کسی وقت کسی ناواقف سیاح کے ساتھ وہاں ہمایوں سا ہی واقعہ پیش نہ آئے۔ خیر ان چیزوں کو دیکھتے ہوئے اور خدا کی قدرت پر تعجب کرتے ہوئے ہم آگے روانہ ہوئے۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ہمایوں بادشاہ کا مقبرہ تھا جو نہایت خوبصورت بنا ہوا ہے اور پرانے بادشاہوں کی شان و شوکت پر دلیل ہے۔ اس کو دیکھا اور آگے چلے

اب جس چیز کے دیکھنے کا ارادہ تھا، یہ کوئی دنیاوی بادشاہ کا مقبرہ نہ تھا اور نہ ہی کوئی شاہی عمارت تھی، نہ کوئی پرانا قلعہ تھا بلکہ یہ ایک نہایت برگزیدہ انسان کا مزار تھا جس نے اپنے زہد، اپنے تقویٰ، اپنی پرہیزگاری اور اپنے اخلاص اور محبت الٰہی کی وجہ سے محبوب الٰہی کا لقب حاصل کیا تھا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ آپ فوت ہو گئے لیکن اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ آپ لاکھوں نہیں کروڑوں زندوں سے بڑھ کے زندہ ہیں۔ آپ نے قرب الٰہی سے وہ درجہ حاصل کیا کہ خدا نے آپ کے لئے موت حرام کر دی۔ میرا مطلب ان بزرگ سے حضرت نظام الدین اولیاء ہیں۔ والد صاحب حضرت (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) کو بھی آپ سے ایک خاص انس تھا بلکہ آپ ان کے حجرہ میں بھی تشریف لے گئے تھے اور وہاں دعا بھی مانگی تھی۔ غرض آپ کے مقبرے کی سیر کرتے ہوئے دل میں بار بار جوش آتا تھا کہ ایک تو وہ بادشاہ ہے کہ جس کے آگے شاہانِ زمان کے سر جھکتے تھے اور ان کی قبر گو کیسی عالی شان عمارت کے نیچے ہے، مگر ویران اور ایک یہ فقیر ولی اللہ ہیں کہ گو بادشاہ ہمایوں سے بھی پہلے گزرے ہیں لیکن اب تک ان کے مقبرہ پر وہ رونق ہے کہ ایک گاؤں کا گاؤں بسا ہوا ہے خواہ کم فہم لوگ آپ کی قبر کی زیارت کو کسی غرض کے لئے ہی آئیں لیکن وہ جو دعائیں مانگ جاتے ہیں اس کا ثواب تو بہر حال آپ کو ملتا ہی رہتا ہوگا اسی جگہ مشہور شاعر خسرو کے مزار کو بھی دیکھا۔ یہ بھی حضرت نظام الدین صاحب کے خلفاء میں سے تھے۔

ایک اور چیز جو یہاں عجیب دیکھی، وہ دنیا طلبی کا ایک نقشہ تھا۔ یعنی یہاں ایک باؤلی ہے جس کے ایک طرف ایک دیوار چلی جاتی ہے جو قریباً پچاس فٹ اونچی ہوگی اتنی بڑی اونچائی پر سے چند لڑکے کچھ پیسے لے کر کودتے ہیں اور ان کا یہی پیشہ ہے انسان کے لئے یہ تدبر کا مقام ہے کہ دو چار پیسوں کے لئے ایک لڑکا پچاس فٹ اونچا جاتا ہے اور پھر زور سے پانی میں کود پڑتا ہے اور پھر اپنے آپ کو بچانے کے لئے تیر کر باہر آتا ہے۔ اور یہ سب کچھ کس لئے؟ چند پیسوں کے لئے تو پھر وہ ہزاروں ہزار احسانات جو خدا انسان پر کرتا ہے اور وہ بے شمار انعامات جن کا وعدہ کرتا ہے ان کے بدلہ میں غافل ایک پتا تک نہیں توڑنا چاہتا۔ افسوس! افسوس!! دنیا کی کچھ ایسی حالت ہو رہی ہے کہ یوں تو ایک کام کو لوگ تقریباً روز کرتے رہیں گے لیکن اگر خدا کی طرف سے حکم آجاوے کہ یوں ضرور کیا کرو تو بہت سے آدمی فوراً اس کام کو چھوڑ دیں اور سو بہانہ بنانے کے لئے تیار ہو جاویں۔ خیر اس کی سیر کر کے ہم آگے روانہ ہوئے اور منصور کے مقبرہ کی سیر کی۔ یہ مقبرہ نواب منصور علی خان صفدر جنگ کا ہے۔ ایک تو وہ زمانہ تھا کہ مسلمان ہر بات میں کمال رکھتے تھے مگر آج وہ زمانہ ہے کہ جس [illegible] دیکھو زوال

باقی صـ۱۳ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تربیت کے طریق

حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے) اپنی حیات طیبہ سے ایسے واقعات بیان فرماتے ہیں۔ جو تربیت سے تعلق رکھتے ہیں۔

١:۔ ایک دفعہ ایک کتا ہمارے دروازے پر آیا۔ میں وہاں کھڑا تھا۔ اندر کمرے میں حضرت صاحب (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ پر سلامتی نازل فرماتا رہے) تھے۔ میں نے اس کتے کو اشارہ کیا اور کہا ٹیپو۔ ٹیپو۔ ٹیپو حضرت صاحب بڑے غصے سے باہر نکلے اور فرمایا تمہیں شرم نہیں آتی کہ انگریز نے تو دشمنی کی وجہ سے اپنے کتوں کا نام ایک سابق مسلمان کے نام پر ٹیپو رکھ دیا ہے اور تم ان کی نقل کر کے کتے کو ٹیپو کہتے ہو۔ خبردار! آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا۔ میری عمر شاید آٹھ نو سال کی تھی وہ پہلا دن تھا جب سے میرے دل کے اندر سلطان ٹیپو کی محبت قائم ہو گئی۔

٢:۔ ایک دفعہ حضرت صاحب کچھ بیمار تھے اسلئے جمعہ کے لئے بیت میں نہ جا سکے میں اس وقت بالغ نہیں تھا۔ کہ بلوغت والے احکام مجھ پر جاری ہوں۔ تاہم میں جمعہ پڑھنے کے لئے بیت کو آرہا تھا۔ کہ ایک شخص مجھے ملا۔ اسوقت کی عمر کے لحاظ سے گو شکل اس وقت تک یاد نہیں رہ سکتی تھی۔ مگر اس واقعہ کا اثر مجھ پر ایسا ہوا کہ اب تک مجھے اس شخص کی صورت یاد ہے۔ محمد بخش ان کا نام ہے میں نے ان سے پوچھا آپ واپس آرہے ہیں کیا نماز ہو گئی ہے۔ انہوں نے کہا "آدمی بہت ہیں بیت میں جگہ نہیں تھی میں واپس آگیا"۔ میں بھی یہ جواب سن کر واپس آگیا اور گھر آکر نماز پڑھ لی۔ حضرت صاحب (اللہ تعالیٰ آپ پر سلامتی نازل فرماتا رہے) نے یہ دیکھ کر مجھ سے پوچھا۔ بیت میں نماز پڑھنے کیوں نہیں گئے۔ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ میں بچپن سے ہی حضرت صاحب کا ادب ان کے (.........) ہونے کی حیثیت سے کرتا تھا۔ میں نے دیکھا آپ (اللہ تعالیٰ آپ پر سلامتی نازل فرماتا رہے) کے پوچھنے میں ایک سختی تھی اور آپ کے چہرہ سے غصہ ظاہر ہوتا تھا۔ آپ کے اس رنگ میں پوچھنے کا مجھ پر بہت ہی اثر ہوا۔ جواب میں میں نے کہا کہ میں گیا تو تھا۔ لیکن جگہ نہ ہونے کی وجہ سے واپس آگیا"۔ آپ یہ جواب سن کر خاموش ہو گئے۔ لیکن اب جسوقت جمعہ پڑھ کر مولوی عبدالکریم صاحب (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے) آپ کی طبیعت کا حال پوچھنے کے لئے آئے تو سب سے پہلی بات جو حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے آپ سے دریافت کی وہ یہ تھی کہ آج لوگ بیت میں زیادہ تھے۔ اسوقت میرے دل میں سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ کیونکہ میں خود تو گیا ہی نہیں تھا۔ معلوم نہیں بتانے والے کو غلطی لگی ہو یا مجھے اسکی بات سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی۔ میں ان کی بات سے یہ سمجھا تھا کہ بیت میں جگہ نہیں ہے۔ مجھے فکر یہ ہوئی کہ اگر مجھے غلط فہمی ہوئی ہے یا بتانے والے کو ہوئی ہے۔ دونوں صورتوں میں الزام مجھ پر آئے گا۔ کہ میں نے جھوٹ بولا۔ مولوی عبدالکریم صاحب (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے) نے جواب دیا۔ ہاں حضور! آج واقعہ میں بہت لوگ تھے۔ میں اب بھی نہیں جانتا کہ اصلیت کیا تھی۔ خدا نے میری بریت کے لئے یہ سامان کر دیا کہ مولوی صاحب کی زبان سے بھی تصدیق کرا دی۔ کہ فی الواقعہ اس دن غیر معمولی طور پر لوگ آئے تھے۔ بہرحال یہ ایک واقعہ ہے جسکا آج تک میرے قلب پر گہرا اثر ہے۔

٣:۔ مجھے ایک دوست کا احسان اپنی ساری زندگی بھر نہیں بھول سکتا۔ اور میں جب کبھی اس دوست کی اولاد پر کوئی مشکل پڑی دیکھتا ہوں تو میرے دل میں ٹیس اٹھتی ہے اور ان کی بہبودی کے لئے دعائیں کیا کرتا ہوں ......١٩٠٣ء کی بات ہے جب کہ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ پر سلامتی نازل فرماتا رہے) مولوی کرم دین والے مقدمے کی پیروی کے لئے گورداسپور میں مقیم تھے۔ وہ دوست جن کا میں ذکر کر رہا ہوں۔ مراد آباد (یوپی) کے رہنے والے تھے۔ اور فوج میں رسالدار میجر تھے۔ محمد ایوب ان کا نام تھا۔ وہ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ سے ملنے کے لئے گورداسپور آئے تھے۔ انہوں نے دو باتیں ایسی کیں جو میرے لئے ہدایت کا موجب ہوئیں۔ دلی میں رواج تھا کہ بچے باپ کو تم کہہ کر خطاب کرتے تھے۔ اسی طرح بیوی خاوند کو تم کہتی۔ لکھنؤ وغیرہ میں "آپ" کے لفظ سے مخاطب کرتے ہیں۔ گھر میں ہمیشہ تم تم کا لفظ سنتے رہنے سے میری عادت بھی تم کہنے کی ہو گئی تھی۔ یوں تو میری عادت تھی کہ میں حتی الوسع حضرت (بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ) کو مخاطب کرنے سے کتراتا تھا۔ لیکن اگر ضرورت پڑ جاتی اور مجبوراً مخاطب کرنا پڑتا تو "تم" کہہ کر مخاطب کرتا تھا۔ چنانچہ مجھے اس دوست کی موجودگی میں آپ (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ پر سلامتی نازل فرماتا رہے) سے کوئی بات کرنی پڑی۔ اور میں نے "تم" کا لفظ استعمال کیا یہ لفظ سن کر اس دوست نے مجھے بازو سے پکڑ لیا اور مجلس سے ایک طرف لے گئے اور کہا "میرے دل میں آپ کا بڑا ادب ہے۔ لیکن یہ ادب ہی چاہتا ہے کہ آپ کو آپ کی غلطی سے آگاہ کروں۔ اور وہ یہ کہ آپ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے) کو مخاطب کرتے وقت کبھی بھی "تم" کا لفظ استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ "آپ" کے لفظ سے مخاطب کریں۔ ورنہ آپ نے پھر یہ لفظ بولا تو جان لے لوں گا۔" مجھے تو تم کا لفظ استعمال کرتے رہنے کی وجہ سے تم اور آپ میں کوئی فرق محسوس نہ ہوتا تھا۔ بلکہ میں آپ کی نسبت تم کے لفظ کو زیادہ پسند کرتا تھا۔ اور حالت یہ تھی کہ آپ کا لفظ بولتے ہوئے مجھے بوجہ عادت نہ ہونے کے شرم سے پسینہ آجاتا تھا۔ کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ آپ کہنا جرم ہے مگر اس دوست کے سمجھانے کے بعد میں آپ کا لفظ استعمال کرنے لگا۔ اور ان کی اس نصیحت کا اثر اب تک میرے دل میں موجود ہے۔

اسی طرح میں نے ایک دفعہ لاہور آنے پر یہاں بعض لوگوں کو نکٹائی لگاتے دیکھا اور میں نے بھی شوق سے ایک نکٹائی خریدی اور پہننی شروع کر دی۔ گورداسپور ہی کا واقعہ ہے کہ وہی (وفات یافتہ) دوست مجھے پکڑ کر ایک طرف لے گئے اور کہنے لگے آج آپ نے نکٹائی پہنی ہے۔ تو ہم کل کنچنیوں کا تماشہ دیکھنے لگ جائیں گے۔ کیونکہ ہم نے تو آپ سے سبق سیکھنا ہے۔ جو قدم آپ اٹھائیں گے ہم بھی آپ کے پیچھے چلیں گے۔ یہ کہہ کر انہوں نے مجھ سے نکٹائی مانگی اور میں نے اتار کر ان کو دے دی۔

بس ان کی دو نصیحتیں مجھے کبھی نہیں بھولیں۔

سکتیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ ایک مخلص متبع کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ اگر ہمارے خاندان کا کوئی نوجوان اپنی ذمہ داری کو نہیں سمجھتا۔ تو صاحبزادہ صاحب، صاحبزادہ صاحب کہہ کر اسکا دماغ بگاڑنا نہیں چاہیئے۔ بلکہ اس سے کہنا چاہیئے کہ آپ ہوتے تو صاحبزادہ ہی تھے مگر اب غلام زادہ سے بھی بدتر معلوم ہو رہے ہیں۔ اسلئے آپ کو چاہیئے کہ اپنی اصلاح کریں میں نے دیکھا ہے کہ بعض لوگوں کی بچپن میں تربیت کا اب تک مجھ پر اثر ہے۔ اور جب وہ واقعہ یاد آتا ہے تو بے اختیار ان کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ ایک دفعہ ایک لڑکے کے کندھے پر کہنی ٹیک کر کھڑا تھا۔ کہ ماسٹر قادر بخش صاحب (اللہ تعالیٰ ان سے ہمیشہ راضی رہے) نے جو مولوی عبدالرحیم صاحب درد (اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان سے راضی رہے) کے والد سے اس سے منع کیا اور کہا یہ بری عادت ہے۔ اس منع کیا۔ اور کہا کہ یہ بری عادت ہے۔ اس وقت میری عمر ١٢-١٣ سال کی ہو گی۔ لیکن وہ نقشہ جب بھی میرے سامنے آتا ہے انکے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔

نصیحت کرنے سے اصلاحِ نفس ہوتی ہے

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الاوّل) فرماتے ہیں

"یہ بڑا معرفت کا نکتہ ہے جو میں نے تمہیں سنایا ہے۔ دوسروں کو ضرور ہر روز نصیحت کرو۔ اس سے تین فائدے ہوتے ہیں۔ اوّل خدا کے نہی عن المنکر کی تعمیل ہوتی ہے۔ دوسرے ممکن ہے کہ جس کو نصیحت کی جائے اس کو نیک کاموں کی توفیق ملے۔ تیسرے۔ جب انسان اپنے نفس کو مخاطب کرتا ہے تو اس کو شرم آتی ہے اور اسکی بھی اصلاح ہوتی ہے۔ تمہارے بیان میں خدا کی عظمت اور اس کی قدرت و تصرف کا ذکر ہو۔ اس کا تین طرح دنیا میں مقابلہ ہوتا ہے۔ بعض لوگ منہ پر کہہ دیتے ہیں کہ نہ ہم مانتے ہیں اور نہ ہم سننا چاہتے ہیں اور بعض سنتے ہیں مگر عمل کرنے کی پرواہ نہیں کرتے اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ قسم قسم کی وجوہات نکال کر نکتہ چینی کرتے ہیں مگر واعظ کو چاہیئے کہ اللہ کے لئے صبر کرے اور اپنا کام کرتا چلا جائے۔"

(خطبات نور ص١٢٣، حصہ دوم)

اسیرانِ راہِ مولیٰ کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی جلد رہائی کے سامان پیدا فرمائے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب (اللہ تعالیٰ آپ سے ہمیشہ راضی رہے)

جماعت احمدیہ کی ایک بھاری ذمہ داری

"بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا"

حضرت فضل عمر کے بارے میں اللہ کے کلام کو جو اہمیت حاصل ہے وہ احباب جماعت سے پوشیدہ نہیں اس کے متعلق اولاً حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے دن ہوشیار پور کے مقام پر (جو آج کل بھارت کے صوبہ مشرقی پنجاب میں واقع ہے) جو خبر دی گئی تھی اس کا آغاز ان الفاظ سے ہوا تھا کہ:۔

"میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں"

جبکہ آپ ہوشیار پور کے ایک گوشۂ تنہائی میں عبادت اور تضرعات میں مصروف ہو کر چلہ کشی فرما رہے تھے اور جو شخص بھی اس خدائی خبر کے الفاظ کا مطالعہ کرے گا اور ان کی گہرائیوں میں غوطہ لگائے گا وہ اس خدائی خبر کی غیر معمولی شان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس کی اہمیت اس لحاظ سے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ یہ صرف ایک فرد واحد کے متعلق انفرادی نوعیت کی خدائی خبر نہیں ہے جس میں اس کی ذاتی شان کا اظہار کیا گیا ہو بلکہ حقیقۃً یہ خدائی خبر حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خدا داد مشن اور اس کی عالمگیر وسعت اور اس کے تسلسل اور اس کی غیر معمولی کامیابی اور بامرادی سے تعلق رکھتی ہے۔

مگر اس جگہ مجھے اس کی تفاصیل پر بحث کرنا منظور نہیں بلکہ میں اس کے صرف اس مخصوص پہلو کے متعلق چند مختصر الفاظ کہنا چاہتا ہوں۔ جو جماعت احمدیہ کی ذمہ داری سے تعلق رکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب کسی جماعت کے امام کی صفات کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کوئی امر ظاہر فرماتا ہے تو اس سے لازماً ضمنی طور پر یہ مراد بھی ہوا کرتی ہے کہ جماعت کے افراد کو چاہیئے کہ وہ بھی اپنے آپ کو ان صفات سے متصف کریں۔ کیونکہ جیسا کہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ جماعت کے امام کی حیثیت ایک انجن کی ہے اور اس کے متبعین گویا ان گاڑیوں کا رنگ رکھتے ہیں جو اس انجن کے ساتھ لگائی جاتی ہیں۔ پس اگر کسی گاڑی کے ڈبے انجن کے ساتھ کھنچے جانے کی اہلیت نہ رکھتے ہوں یا ان کے پہیوں میں ایسی صفائی اور روانی کا رنگ نہ پایا جاتا ہو کہ وہ اسی تیز رفتاری کے ساتھ انجن کے ساتھ چل سکیں جس پر کہ خود انجن چلتا ہے تو ظاہر ہے کہ ایسی گاڑی کبھی بھی وقت مقررہ پر اپنے منزل مقصود کو نہیں پہنچ سکتی بلکہ اسے قدم قدم پر حادثات کا اندیشہ رہتا ہے۔ پس جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی زبان پر فضل عمر کی ذات کے متعلق بعض مخصوص اوصاف بیان کئے ہیں۔ وہاں لازماً ان کے ذریعہ یہ اشارہ کرنا بھی مقصود ہے کہ جماعت کو بھی اپنے اندر یہ اوصاف پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے تاکہ گاڑیوں اور انجن کے درمیان کامل اتحاد اور موافقت کی صورت قائم رہے اور گاڑی کم سے کم وقت میں اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائے۔ یوں تو خدائی خبر میں حضرت فضل عمر کے متعلق بہت سے اوصاف کی طرف اشارہ کیا گیا ہے لیکن وہ باتیں جن کا اس میں مخصوص اشارہ ہے اور جو جماعت کو اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں وہ ذیل کی چار باتیں ہیں:۔

۱:۔ پہلی بات جو حضرت فضل عمر والی خبر میں خصوصی رنگ رکھتی ہے اور اس بات کی نوعیت بھی دراصل ذاتی نہیں بلکہ جماعتی ہے۔ وہ ذیل کے الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

"وہ روح الحق کی برکت سے
بہتوں کو بیماریوں سے صاف
کرے گا"

یہ علامت جماعت احمدیہ کو ہوشیار کر رہی ہے کہ اپنے امام کی طرح اس کے ہر فرد کو بھی خدا سے تعلق پیدا کرکے اور روح الحق کے ساتھ واسطہ جوڑ کر اپنے اندر یہ طاقت پیدا کرنی چاہیئے کہ وہ دوسروں کو بیماریوں سے صاف کر سکے۔ یہی وہ اعلیٰ اور ارفع صفت ہے جو ہر روحانی اصلاح کرنیوالے کا طرۂ امتیاز ہوا کرتی ہے۔ یعنی ان میں اللہ تعالیٰ یہ اہلیت پیدا کر دیتا اور یہ صفت ودیعت فرماتا ہے۔ کہ وہ لوگوں کی اخلاقی اور روحانی بیماریوں کو صاف کرنے اور بیماروں کو شفا دینے کی خاص الخاص طاقت رکھتے ہیں۔ صاحب ایمان وہ ہوتا ہے کہ جب بھی اس کے سامنے کوئی خلاف اخلاق یا خلاف مذہب بات آتی ہے تو وہ فوراً چوکس ہو کر اس کی اصلاح کی طرف توجہ دینی شروع کر دیتا ہے اور خاموش ہو کر نہیں بیٹھ جاتا۔ بلکہ آپ نے اس تعلق میں ایمان والوں کے تین مدارج بھی بیان فرمائے اور وہ یہ کہ:۔

۱:۔ بعض صاحب ایمان ہاتھ کے ذریعہ یعنی اپنے انتظامی اور سماجی اختیارات کے ذریعہ دوسروں کے نقص کی اصلاح کر دیتے ہیں اور

۲:۔ بعض جنہیں یہ اختیار حاصل نہ ہو وہ زبان کے ذریعہ اصلاح کر دیتے ہیں اور

۳:۔ بعض جنہیں یہ طاقت بھی نہ ہو وہ دل میں برا ماننے اور دل میں دعا کرنے کے ذریعہ دوسروں کی اصلاح کا رستہ کھولتے ہیں پس جبکہ حضرت فضل عمر کی اولین صفت یہ ہے کہ وہ روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ تو پھر جن لوگوں نے آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دے رکھا ہے اور آپ کے انجن کے ساتھ گاڑیوں کی طرح پیوست ہو گئے ہیں ان کا بھی اولین فرض ہے کہ وہ اپنے اپنے دائرہ میں دنیا کے لئے سچے اصلاح کرنے والے بننے کی کوشش کریں اور حکمت اور موعظہ حسنہ کے ذریعہ دنیا میں بدی کو مٹاتے اور نیکی کو قائم کرتے چلے جائیں۔ اس مقصد کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر روح الحق کی برکت پیدا کریں جو ہمیشہ خدا کے ذاتی تعلق میں جنم لیا کرتی ہے۔

۲۔ دوسری خاص صفت جو فضل عمر کی بیان کی گئی ہے یہ ہے کہ:۔

"وہ علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا
جائے گا"

یہ صفت بھی ہر روحانی اصلاح کرنے والے اور اس کی اتباع میں ہر سچے صاحب ایمان کے لئے ایک ضروری صفت ہے جس کے بغیر کبھی بھی کوئی شخص ایک فعال مرد مجاہد نہیں بن سکتا۔ دین نے تو علم کو ایسا درجہ دیا ہے اور اس کے لئے ایمان والوں کو اس حد تک ترغیب دلائی ہے کہ ایک دور دراز ملک اور کٹھن رستے والے علاقہ یعنی چین کا نام لے کر حکم دیا گیا ہے کہ اگر تمہیں علم سیکھنے کے لئے چین تک بھی جانا پڑے تو جاؤ اور خوشی سے جاؤ۔ پس ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ اپنے آپ کو سچے علم کے زیور سے آراستہ کرے۔ اور پھر اس علم کے ذریعہ نئے نئے زیور تیار کر کے دوسروں کو بھی زینت دیتا چلا جائے۔ ایک خاص بات جو اوپر والے فقرہ میں بیان کی گئی ہے۔ یہ ہے کہ ایمان والوں کا صرف یہی کام نہیں ہے کہ وہ علوم ظاہری کے پیچھے لگ کر علوم باطنی کو نظر انداز کر دیں۔ یا علوم باطنی کا پیچھا کر کے اپنے آپ کو علوم ظاہری سے مستغنی سمجھیں بلکہ ضروری ہے کہ وہ دونوں قسم کے علوم سے مزین ہوں علوم ظاہری بھی حاصل کریں اور علوم باطنی بھی حاصل کریں اور حاصل بھی اس طرح نہ کریں کہ صرف علم کا ایک چھینٹا پڑ جانے پر ہی قانع ہو جائیں بلکہ جیسا کہ ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے چاہیئے کہ وہ اپنے امام کی اتباع میں اور اپنے آپ کو اسی کے رنگ میں رنگین کرنے کی غرض سے علوم کے خزانوں سے اس طرح پُر یعنی معمور ہو جائیں جس طرح کہ ایک اچھے اسپنج کا ٹکڑا پانی سے پُر ہو جایا کرتا ہے اور اس کے اندر کوئی خلا باقی نہیں رہتا۔

۳۔ تیسرا خاص نکتہ ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ ....

"یعنی (فضل عمر) خدا کی صفت اولیت اور صفت آخریت دونوں کا مظہر ہوگا"

ان مختصر الفاظ میں یہ لطیف اشارہ ہے کہ فضل عمر ایسے وقت میں ظاہر ہوگا کہ بعض درمیانی مشکلات اور درمیانی فتنوں کی وجہ سے گویا ایک لحاظ سے کام کی صرف ابتدائی تاریں ہی اس کے ہاتھ میں آئیں گی۔ مگر وہ دن رات کی کوشش اور شب و روز کی جد و جہد کے ذریعہ ان تاروں کو گویا اپنے دائرہ کی انتہا تک پہنچا کر دم لے گا۔ پس یہی صفت احباب جماعت کو بھی اپنے اندر پیدا کرنی چاہیئے کہ جب وہ کسی کام کا آغاز کریں اس کی اوّلیت کے مظہر بنیں تو پھر تھک کر اور ماندہ ہو کر درمیان میں ہی نہ بیٹھ جائیں بلکہ اسے اس کے کمال تک پہنچا کر دم لیں۔ ہمارا خدا ادھوری کوشش پر راضی نہیں ہوتا بلکہ وہ ہر عمل کو اس کے کمال کی صورت میں دیکھنا چاہتا ہے لیکن افسوس ہے کہ اکثر لوگ مظہر الاول تو شوق سے بن جاتے ہیں۔ مگر مظہر الآخر بننے سے پہلے ہی تھک کر بیٹھ جاتے ہیں حالانکہ سچے ایمان والوں کا یہ کام ہے کہ وہ جب کسی کام کو ہاتھ ڈالیں تو پھر اسے اس کی طبعی انتہا تک پہنچائیں اور کسی درمیانی مشکل سے ہراساں نہ ہوں۔ اس فقرہ کے ساتھ دوسرا فقرہ یہ ہے کہ ..... اس میں یہ اشارہ ہے کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایمان والوں کو ایسا بننا چاہیئے کہ ان کی جڑیں تو گہری اور مضبوط ہوں اور ان کی شاخیں آسمان سے باتیں کریں۔

۴۔ آخری یعنی چوتھی صفت جو بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ:۔

"قومیں اس سے برکت پائیں گی"

یہ الفاظ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے وسیع اور عالمگیر مشن کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اور اس بات کی طرف توجہ دلانے کے لئے لائے گئے ہیں کہ جب حضرت بانی سلسلہ کا مشن عالمگیر مشن ہے تو پھر لازماً فضل عمر بھی یہی صفت لے کر آئے گا اور اس کے ہاتھ سے یہ بیج صرف بویا ہی نہیں جائے گا بلکہ زمین کے شکم سے پھوٹ کر سرعت کے ساتھ بڑھنا بھی شروع ہو جائے گا۔ جس کی عالمگیر وسعت کا زمانہ فضل عمر کے عہد سے شروع ہونا تھا اور دنیا کے کناروں تک کی قوموں نے اس سے برکت پانی تھی۔ پس فضل عمر کی اس مخصوص صفت کے ماتحت جماعت کا فرض ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں میں احمدیت کا جھنڈا لے کر دنیا کے کونے کونے میں پھیل جائے اور ہر ملک اور ہر علاقہ اور ہر شہر میں پہنچ کر قوموں کو برکت دیتی چلی جائے۔

بے شک اس وقت بھی دنیا کے بہت سے آزاد ممالک میں جماعت احمدیہ کے مربی خدمتِ دین کے لئے پھیلے ہوئے ہیں مگر دنیا کی وسیع آبادی کے مقابل پر ان کی تعداد گویا آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔ لہذا اب وقت ہے کہ جماعت کے مخلص فدائی زیادہ سے زیادہ تعداد میں آگے آئیں اور ہر چہار اکنافِ عالم میں پھیل کر دنیا بھر کی قوموں کو برکت دیں۔

ورنہ ظاہر ہے کہ موجودہ رفتار سے احمدیت کے عالمگیر غلبہ کا مقصد ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے ایک طرف جماعت کی والہانہ جدوجہد اور دوسری طرف خدا کی معجز نما نصرت کی ضرورت ہے۔ مجھے اس وقت اپنے بچپن کا ایک شعر یاد آ رہا ہے جو میں نے جماعت کی موجودہ رفتار کے پیشِ نظر اپنی اوائل عمر میں کہا تھا۔ اور اسی پر میں اپنے اس نوٹ کو ختم کرتا ہوں میں نے کہا تھا ؎

سخت مشکل ہے کہ اس چال سے منزل یہ کٹے
ہاں اگر ہو سکے پروانہ کے پر پیدا کر

سو دوست خدا سے دعا کریں۔ وہ ہمیں دکھا دے کے پر نہیں بلکہ پروانہ کے پر عطا کرے۔ اور ہمارے ہاتھوں سے دنیا میں احمدیت کا بول بالا ہو۔

شریف جیولرز
اقصیٰ روڈ ۔ ربوہ
فون: دکان ۶۴۹ رہائش ۸۴۱

میموریل فوٹو سروس ربوہ
خدمت میں پیش پیش
اپنی فلموں کی بہترین ڈویلپنگ کروانے کے لئے تشریف لائیں

روزنامہ الفضل اور ہفت روزہ لاہور کے تقسیم کنندگان ۔ نیز اخبارات، رسائل اور کُتب کے ڈسٹری بیوٹر
فرزانہ لائبریری
فون ۶۵۴۲۰
۱۶۳۱ - صدر بازار راولپنڈی کینٹ

حبوبِ مُفیدِ اٹھرا
HABOOB-I-
MUFEED-I-ATTHRA
۲۰ گرام ۔ ۱۵/- روپے
۶۰ گرام ۔ ۴۵/- روپے
NASIR ناصر
ناصر دواخانہ (رجسٹرڈ) ربوہ

شادی بیٹے کی ہو یا بیٹی کی! آپکی جملہ ذہنی، فکری اور عملی ضروریات کا واحد مکمل حل
گفٹ سنٹر
مین گول بازار ربوہ
فون: ۴۳۵ ۴۴

انگریزی ادویات اور ٹیکہ جات کا مرکز
کنٹرول ریٹ پر اور بارعایت
بہتر تشخیص مناسب علاج
کریم میڈیکل ہال
گول امین پور بازار ۔ فیصل آباد
فون ۳۴۱۳۴

SHARIF JEWELLERS
Ph: 649 RES 841
AQSA ROAD RABWAH

دانتوں کا معائنہ مُفت
احمد ڈینٹل کلینک
طارق مارکیٹ اقصیٰ چوک ۔ ربوہ
اوقات کار: ۲½ شام تا ۷ بجے
ڈینٹسٹ: رانا مدثر احمد

نئی صدی کی محراب سے گزرنے کا حق ادا کرنے کیلئے
اپنے بچوں کی صحیح رنگ میں تعلیم و تربیت کیجئے
الرّحیم جیولرز
خورشید کلاتھ مارکیٹ
حیدری نارتھ ناظم آباد کراچی
فون: 629443 626280

شاہی طبیب حضرت حافظ حکیم مولانا نورالدین کے مشہور شاگرد
حضرت حکیم نظام جان کا
مشہور دواخانہ (رجسٹرڈ)
گوجرانوالہ فون ۴۸۴۴
ربوہ فون ۹۰۶ ، لاہور
قلعہ کالر والہ
ملتان ، کراچی

گلشن بیکرز رحمت بازار ربوہ
اچھی صحت کا راز اچھی غذا
ہمارا تعاون آپکے خاندان کی صحت کا ضامن
گلشن بیکری
الناصر مارکیٹ نزد ایوان محمود جنوبی گیٹ ربوہ
تقریبات کیلئے مال آرڈر پر بھی سپلائی کیا جاتا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک زندہ جاوید برگزیدہ خاتون کا حسین و دلکش تذکرہ

حضرت سیّدہ اُمِّ طاہر صاحبہ

(اللہ تعالےٰ آپ سے راضی رہے)

(سیّدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایّدہُ اللہ تعالےٰ کی ایک ایمان افروز تحریر)

سیّدنا حضرت فضل عمر (اللہ آپ سے راضی رہے) نے احمدی خواتین کی تنظیم لجنہ اماء اللہ قائم فرمائی۔ اس کی ابتدائی کارکنات میں سیّدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایّدہ اللہ تعالیٰ کی بزرگ والدہ کا نام بہت نمایاں ہے۔ درج ذیل تحریر اس مضمون کا ایک حصّہ ہے جو حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ (الرابع) نے اپنی والدہ کی وفات کے بیس سال بعد تحریر فرمایا اور جو سیرت حضرت سیّدہ اُمّ طاہر میں شامل ہے۔

امی (.....) کی وفات پر آج قریباً بیس[۲] برس کا عرصہ گذر چکا ہے۔ لازم تھا کہ گذرتے ہوئے زمانے کے قدم آپ کی یادوں کے اکثر نقوش کو مٹا ڈالتے۔ لیکن بعض وجود اپنے پیچھے کچھ نہ مٹنے والی یادیں بھی چھوڑ جایا کرتے ہیں۔ کچھ ناقابلِ فراموش نقوش ایسے بھی ہُوا کرتے ہیں جنہیں زمانہ کی گردش بار بار کے روندنے کے باوجود بھی مٹا نہیں سکتی۔

پس آپ کی سیرت کے بعض ایسے ہی نمایاں پہلوؤں پر مَیں آج قلم اُٹھاتا ہوں جو میرے ذہن کے پردوں پر آج تک جلی حروف میں رقم ہیں۔ یہ اس لئے کہ ہر ماں کے اپنے بچے پر کچھ حقوق ہُوا کرتے ہیں جن میں سے اکثر تو زندگی ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ حقوق تھے جو مَیں ادا کرنے سے محروم رہا۔ کچھ تو اپنی طفلانہ سالی اور ناسمجھی کی بناء پر نظر انداز کر دیئے۔ کچھ اس لئے ادا نہ ہو سکے کہ خود انہی کی زندگی نے وفا نہ کی۔ بعد از وفات حقوق میں سے ایک یہ ہے کہ (انسان) اقرباء کے ذکرِ خیر کو زندہ رکھے تا خود بھی دُعا کی تحریک ہوتی رہے اور دوسروں کے لئے بھی یہ ایک تحریک کا ذریعہ بنے۔ پس اس فرض کی ادائیگی کے طور پر یہ چند سطور لکھنے کی توفیق پا رہا ہوں۔

۱۔ خدمتِ خلق

آپ کی یادوں کے ہر اوّل دستوں میں ہمیشہ مجھے آپ کا جذبہ خدمتِ خلق نظر آتا ہے کبھی ایسا نہیں ہُوا کہ آپ کا نام اس تصوّر سے الگ ہو کر میرے ذہن میں داخل ہُوا ہو۔

بے کسوں، یتیموں، مساکین، مصیبت زدگان اور مظلوموں سے گہری ہمدردی آپ کی شخصیت کا ایک لاینفک جُز تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ جذبہ ہمدردی ان کے خون میں گھل مل کر ان کی زندگی کا حصّہ بن چکا ہے۔ یہ ہمدردی خدباتی بھی تھی قولی بھی اور فعلی بھی اور یہ رنگ ایسا غالب تھا کہ گویا سیرت کے دوسرے تمام پہلوؤں میں سرایت کر گیا تھا۔ اس جذبہ کو تسکین دینے کے لئے آپ نے مالی قربانی بھی بہت کی، جانی بھی اور جذباتی بھی۔ مجھے یاد ہے وفات سے ایک سال پہلے ڈلہوزی میں رمضان کے مہینے میں باوجود بیماری کے حضور ایّدہ اللہ تعالیٰ کے تمام عملے کے لئے سحری کے وقت خود اپنے ہاتھ سے پراٹھے پکایا کرتی تھیں۔ بات دراصل یہ تھی کہ حضور ایّدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان دنوں کے مالی حالات کے پیشِ نظر جو خرچ ملتا تھا اس سے اتنی گنجائش نہیں نکل سکتی تھی کہ کھُلا خرچ کیا جا سکے اور جتنا بھی اس غرض کے لئے خرچ کیا جا سکتا تھا اس میں باورچی نے مطلوبہ تعداد میں پراٹھے پکانے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ باورچی مصر تھا کہ یا مجھے گھی زیادہ دو یا مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ ادھر خرچ کی تنگی اس کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ چنانچہ ایک دو روزے اسی کشمکش میں گذر گئے اور عملہ کے اراکین سالن کے ساتھ عام روٹی کھا کر ہی گذارہ کرتے رہے۔ ماشکی نے امّی سے شکایت کی کہ خشک روٹی سے روزے رکھ کر مجھ سے اتنی محنت کا کام نہیں ہوتا ہے حالانکہ محنت کرنے والوں کو روزے کے دنوں میں اچھی غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ اسی رات سے آپ نے خود اُٹھ کر پراٹھے پکانے شروع کئے اور اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت فرمائی کہ اسی گھی میں جس میں باورچی کے نزدیک اتنے افراد کے لئے پراٹھے پکنے ناممکن تھے، سارے عملہ کی ضرورت پوری ہوتی رہی۔ بیماری کی وجہ سے بعض اوقات آپ کو خاصی تکلیف اٹھانی پڑتی تھی مگر آپ کہتی تھیں کہ مَیں یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ محنت کرنے والے لوگ سحری کے وقت خشک روٹی کھائیں۔

بھینسیں رکھنے کا بہت شوق تھا۔ اور صبح کے وقت بڑی کثرت سے لوگ چھاچھ لینے آیا کرتے تھے۔ جو لوگ زیادہ غریب یا معذور ہُوا کرتے تھے ان کی چھاچھ میں مکھن بھی ڈال دیا کرتی تھیں۔ اس وقت تو مجھے اس کا علم نہیں ہُوا، مگر وفات کے بعد ایک نابینا حافظ صاحب نے بتایا کہ میرے برتن میں ہمیشہ چھاچھ کے ساتھ مکھن بھی بھجوایا کرتی تھیں۔ اسی طرح ۱۹۵۵ء میں جب میں حضور ایّدہ اللہ کے ساتھ ولایت جانے والا تھا ایک بہت معمّر دوست جن کو مَیں پہلے نہیں جانتا تھا۔ خاص طور پر مجھے ملنے آئے اور اپنا تعارف کراتے ہوئے خود ہی یہ ذکر کیا کہ قادیان میں ایک مرتبہ امّی کو کسی ذریعہ سے ان سے متعلق یہ علم ہُوا کہ انہیں اچھی غذا کی ضرورت ہے۔ مگر اس کی توفیق نہیں تو انہیں خود پیغام بھجوایا کہ ہمارے ہاں چھاچھ بہت ہوتی ہے۔ آپ لے جایا کریں۔ یہ چھاچھ تو دراصل بہانہ تھا۔ ورنہ غرض ان کی کمزوری کے پیشِ نظر انہیں مکھن بھجوانا تھا۔ چنانچہ ان کے بیان کے مطابق باقاعدگی کے ساتھ چھاچھ میں خاصی مقدار میں مکھن بھجواتی رہیں۔ خود تلاش کر کے ضرورتمندوں کی ضرورت کو پُورا کرنے کی کوشش کرتی تھیں۔ اور چونکہ تحریک جدید کے اجراء کے بعد خاص طور پر حضور ایّدہ اللہ کی طرف سے خرچ جچا تُلا ملتا تھا اس لئے مالی لحاظ سے ہمیشہ تنگ رہتی تھیں۔ ایک طرف جماعتی چندوں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لینے کا شوق، دوسری طرف یہ بیقرار تمنا کہ ہر حاجت مند کی حاجت پُوری کر دوں، اس کا لازمی نتیجہ یہی نکلتا تھا کہ اپنے گھر میں خوب ہاتھ کس کر خرچ کریں۔

پس جن دنوں مہمان نہ ہوں گھر کا کھانا اتنا سادہ اور بے قیمت ہو جاتا تھا کہ بعض اوقات کھانا کھاتے ہوئے کوئی ملنے والا اچانک آجائے تو بچپن کی نادانی کی وجہ سے سخت شرم محسوس ہُوا کرتی تھی۔ بعض دفعہ تو مَیں پلیٹ چھپا کر بھاگ جایا کرتا تھا۔ میری بہنیں بسا اوقات روٹھ کر کھانا چھوڑ دیتی تھیں کہ ہم نے یہ نہیں کھانا اور وہ نہیں کھانا تو امّی جان سخت خفا اور رنجیدہ خاطر ہوتی تھیں۔ مَیں تو خیر اپنی بھُوک کے ہاتھوں مجبور تھا اس لئے کبھی کھانا چھوڑنے کا سوال پیدا نہیں ہُوا خواہ کدو کا شوربہ ہو یا ٹینڈوں کا۔ مگر لڑکیاں چونکہ نازک طبع ہوتی ہیں اس لئے وہ بعض اوقات ناپسندیدہ کھانے کی نسبت بھوکا رہنے کو ترجیح دے لیتی تھیں امی کے لئے یہ مواقع خاصی پریشانی کا موجب ہوتے تھے اور بڑے ہی دُکھ اور فکر سے کہتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صبر شکر کر کے جو کچھ ہے کھا لیا کرو۔ دُنیا میں ایسے غریب بھی بہت ہیں جنہیں ایک وقت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی سوکھی روٹی بھی میسر نہیں آتی۔ پس کچھ تو روزمرہ کے کھانے کا معیار گرا کر چندوں خدمتِ خلق، اور مہمان نوازی کے لئے بچت کر لیتیں اور کچھ ہمارے کپڑوں کے خرچ میں سے اس غرض کے لئے پیسے بچا لیتی تھیں۔ تحریک جدید کا بہانہ ہاتھ آیا ہوا تھا چنانچہ کپڑے سادہ ہی نہیں بلکہ تعداد کے لحاظ سے بھی واجبی ہی بنائی گئیں۔ جوان بچوں کے لئے تو کافی ہو سکتے تھے جو لگائے ہوئے اوسط کے مطابق فی جوڑا متوقع دن گذار سکیں۔ مگر میرے جیسے خاک آلود لڑکے کیلئے جس نے دو دن کے کپڑے نصف دن میں گندے کر دیئے ہوں یہ حساب کبھی درست نہیں بیٹھا۔

ابتدائی بچپن میں تو مجھے بھی یہ چیز خاص محسوس نہیں ہوئی ایک چھوٹی سی نکر ڈھیلی ہو یا تنگ صاف ہو یا میلی اور ایک قمیض خواہ کسی فیشن کی بھی ہو بہت کافی تھے مگر ذرا بڑی عمر میں کپڑوں کی کمی بعض دفعہ سخت شرمندگی اور الجھن کا موجب بن جاتی تھی۔ ایک مرتبہ مجھے یاد ہے کہ ٹرنک میں کچھ نہ پا کر میں خالی شلوار کے اُوپر اچکن پہن کر اسکول چلا گیا۔ اس روز خلافِ معمول ذرا احتیاط سے گردن کے کالر تک بٹن اچھی طرح بند کر لئے گو طلبا اس پر حیران تو ضرور ہوئے مگر کسی کو شک نہیں پڑا کہ اندر سے قمیض غائب ہے ورزش کی گھنٹی تک تو خیر گذری مگر ورزش کی گھنٹی کیا آئی گویا مجھ پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ میں نے یہ سکیم بنائی ہوئی تھی کہ چپکے سے بیماروں کی صف میں جا بیٹھوں گا اور کیا بھی اسی طرح مگر پی ٹی ماسٹر صاحب سوئے قسمت سے اس دن خاص جلال میں تھے۔ ہزار طبیعت کی خرابی کے عذر کئے مگر ایک نہیں مانی۔ لاچار اسی طرح طلباء کی صفوں میں جا کھڑا ہوا۔ اچکن پر ان کی نظر پڑی تو آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ ورزش بند کر کے میری طرف لپکے اور مجھے کالر سے پکڑ لیا کہ ''اچکن پہن کر پی ٹی؟ اسے ابھی اتارو ورنہ سوٹیوں سے اُڑا دوں گا''۔ میں بھی ضد کر کے بیٹھ گیا کہ اگر پی ٹی کروں گا تو اچکن پہن کر کروں گا ورنہ نہیں کروں گا۔ ادھر وہ اَڑ بیٹھے کہ ''پی ٹی بھی کرواؤں گا اور اچکن بھی اترواؤں گا''۔ چنانچہ ہم نے پوری قوت سے اچکن کے اُوپر کے بٹن اور کالر بھینچ رکھے تھے۔ اور وہ پُورا زور مار رہے تھے کہ کسی طرح زبردستی اچکن اتار دیں۔ کلاس تھی کہ قہقہوں سے لوٹ پوٹ ہوتی جا رہی تھی اور میں نہ ہنسنے کے قابل رہا تھا اور نہ رونے کے اسی کشمکش میں شاید میرے ایک دو اُوپر کے بٹن ٹوٹ گئے اور ماسٹر صاحب کو حقیقتِ حال کا علم ہو گیا۔ اس وقت تک میرا دماغ مختل ہو چکا تھا کہ اس کے بعد کی بات مجھے بالکل یاد نہیں رہی۔ کہہ نہیں سکتا کہ اس دریافت پر انہوں نے مجھے ایک طرف بٹھا دیا تھا یا اچکن سمیت پی ٹی کی اجازت دے دی تھی۔ البتہ یہ عہد مجھے ضرور یاد ہے کہ بغیر قمیض کے سکول کبھی نہیں جانا۔ خواہ غیر حاضر ہی ہونا پڑے۔ چنانچہ اس کے بعد ہمیشہ جب کپڑے زیادہ گندے ہو جاتے اور صاف کپڑے نہ ملتے یا کسی کپڑے کی کمی محسوس ہوتی تو گھر ہی بیمار بن کر لیٹ رہتا۔

کھانے اور کپڑے میں بچت کے باوجود امی کی دوسری ضروریات کے لئے قطعاً کافی رقم مہیا نہیں ہو سکتی تھی۔ کئی دفعہ غریب لڑکیوں کی خود شادیاں کیں۔ بعض یتیموں کی پرورش کی۔ روزمرہ کے طور پر مختلف رنگ میں امداد کا سلسلہ تو جاری رہتا ہی تھا۔ خفیہ بھی اور اعلانیہ بھی۔ گھر کے مستقل خرچ کے علاوہ جو حضور ایدہ اللہ کی طرف سے ملتا تھا ذاتی آمدنی بہت معمولی تھی۔ (ان کا کچھ روپیہ حضور نے کہیں تجارت پر لگا رکھا تھا) اس لئے ہمیشہ مالی مشکلات میں مبتلا رہیں مگر اللہ تعالیٰ پھر بھی غیب سے سامان کرتا رہا۔ اور جیسے کیسے بھی بن پڑا انفاق کا سلسلہ جاری رکھا۔ اللہ تعالیٰ پر توکل بہت تھا اور اس رحیم و کریم نے بھی اپنے در سے کبھی خالی نہیں لوٹایا۔

اگر کسی ضرورت مند کو دینے کے لئے خود اپنے پاس کچھ نہ ہوتا تو بعض دوسرے متمول دوستوں کو توجہ دلا کر امداد کی صورت نکال لیتی تھیں۔ اس کے علاوہ چونکہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی سیکرٹری تھیں اس تنظیم کی طرف سے بھی سالانہ کپڑوں اور گندم وغیرہ کی تقسیم کا انتظام کرتی تھیں۔ اگر کوئی اور راہ نہ پاتیں تو قرض اٹھا کر بھی ضرورت مند کی ضرورت پوری کر دیتی تھیں اور دوسروں کے مالی دکھ اپنے سینے سے لگا لیتی تھیں۔ چنانچہ وفات کے وقت بھی کئی ہزار روپے کی مقروض تھیں۔ یہ قرضہ کچھ تو اس روپے سے اتارا گیا جو حضور ایدہ اللہ نے کہیں تجارت پر لگا رکھا تھا اور کچھ حضور نے اپنے پاس سے اتارا۔

مجھے اس کا اس طرح علم ہوا کہ وفات کے دو سال بعد ایک مرتبہ مجھے موٹر سائیکل کا شوق چرایا تو اپنی نادانی میں ابا جان سے درخواست کر بیٹھا کہ امی کا جو روپیہ ادائیگی قرض سے بچا ہوا اس میں سے مجھے موٹر سائیکل لے دیں۔ اس کے جواب میں حضور نے مجھے کہلا بھیجا کہ تمہاری امی کا جتنا روپیہ تھا اس سے زیادہ ان پر قرض تھا جو میں نے خود اتارا ہے۔ غرض جس طرح بھی ان سے بن پڑی گھر میں تنگی کر کے قرض اٹھا کر دوسروں کو تحریک کر کے ضرورت مندوں لاچاروں مصیبت زدگان کی امداد کرتی رہیں۔ یہ امداد صرف روپے کے ذریعہ نہیں ہوتی تھی بلکہ جسمانی محنت اُٹھا کر بھی مثلاً شادی بیاہ پر کپڑے سی کر یا سردیوں میں لحافوں کے غلاف وغیرہ سی کر بھی۔

کسی کو مشکل میں دیکھنا آپ کی طبیعت پر بہت شاق گذرتا تھا خواہ وہ مشکل کسی نوعیت کی بھی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ بارہا ایسے احبابِ جماعت جن سے حضور کسی قصور پر ناراض ہو جایا کرتے تھے۔ اگر تو یہ ناراضگی کسی غلط فہمی کی بناء پر ہوتی تو جلد وضاحت کے بعد معافی مل جاتی لیکن اگر واقعی کسی سخت قصور پر ہوتی تو یہ کام اتنا آسان نہیں ہوتا تھا۔ حضرت صاحب کی خدمت میں ایسے شخص کی سفارش کرنا ہی خاصے دل گردے کا کام تھا۔ اور صرف وہی کہہ سکتا تھا جو آنکھیں جھپکا کر حضور کی ناراضگی کے شدید اظہار کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہو۔ پس ایک طرف یہ ناراضگی کا خوف اور دوسری طرف ایک روتے ہوئے معافی کے طلبگار کی التجا کہ گو قصوروار ہوں مگر حضور کی ناراضگی برداشت نہیں ہوتی اس لئے خدا کے واسطے معافی لے دیجئے۔ چنانچہ ہمیشہ یہ التجائیں جیت جاتی تھیں اور سفارش کی ہمت اور جرأت دلاتی تھیں۔ اس کے نتیجہ میں بعض دفعہ سخت جذباتی قربانی بھی دینی پڑتی تھی۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ اس قسم کی سفارش پر حضور اس قدر ناراض ہوئے کہ خود امی کے آنسو نکل پڑے۔ کبھی کھانا کھاتے ہوئے اچھا موڈ دیکھ کر سفارش کی تو ناراض ہو کر حضور کھانا چھوڑ کر چلے گئے اور بعد میں خود آپ کو اپنے اس قصور کی معافیاں مانگنی پڑیں لیکن اللہ تعالیٰ نے کچھ دل ہی ایسا دیا تھا کہ دوسرے کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔

یہی دل تھا جو باوجود جسمانی کمزوری کے انہیں بیماروں کی تیمارداری پر ہمت دے کر کھڑا کر دیتا تھا۔ ہمشیرگان میں سے خصوصاً مجھے باجی امۃ الرشید کی لمبی بیماری یاد ہے۔ جس میں تکلیف کی وجہ سے ہسٹیریائی کیفیت طاری ہو جایا کرتی تھی۔ میں بہت چھوٹا تھا۔ لیکن آج تک ''آپا جان آپا جان'' کی چیخیں کانوں میں گونجتی ہیں۔ امی کو باجی ''امی'' یا ''آپا جان'' کہا کرتی تھی اور ہر تکلیف کے وقت یہ چیخ منہ سے نکلتی تھی۔ یہ انہیں کہیں دُور سے بلانے کے لئے نہیں ہوتی تھیں کیونکہ اکثر ایسے وقت میں باجی کا سر خود امی ہی کی گود میں ہوا کرتا تھا۔ یہ پکار محض فطرت کے اس بے اختیار اظہار کے طور پر تھی کہ مجھے تمہارے قرب سے سہارا ملتا ہے۔ تم میرے اور قریب آجاؤ۔ اب میں سوچتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اپنے بندے کی جس پکار پر ''انی قریب'' کہتا ہے وہ فطرت کی اسی قسم کی بے اختیار چیخیں ہوتی ہوں گی۔ ورنہ ایک بیمار کے بے دلی کے بلاوے پر کون اس طرح لپکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے ایسی بے اختیار پکار پر ''انی قریب'' کا جواب انسانی فطرت میں بھی ودیعت کر رکھا ہے۔ چنانچہ باجی کی چیخوں کے جواب میں امی بھی یہی جواب دیا کرتی تھیں کہ ''رشید میں یہیں ہوں۔ دیکھو تم میری گود میں ہو''۔ اس بیماری میں امی نے جس فراثبت کے ساتھ تیمارداری کی تھی وہ میری بچپن کی یادوں میں ایک نمایاں نقش ہے۔

اس کے علاوہ بھی اپنے میکے یا سسرال کا کوئی عزیز بیمار ہوتا تو تیمارداری کی خاطر اپنا گھر چھوڑ کر وہیں جا ڈیرا ڈالتی تھیں۔ اور بچوں کو سنبھالنے کے لئے حضرت خالہ جان سیدہ خیر النساء (جنہیں ہم چھوٹی خالہ جان کہا کرتے تھے) کو بلا بھیجتی تھیں۔ بعض دفعہ ایسا ہوا کہ کسی مریضہ کی نگہداشت کے لئے اس کے ساتھ لاہور ہسپتال رہنے کے لئے چلی گئیں۔ کبھی ایک دو دن کے ارادہ سے گئیں۔ مگر پھر کپڑے وغیرہ وہیں منگوا لئے اور پندرہ بیس دن مہینہ رہنا پڑا۔ ایسے موقعوں پر ہمیشہ چھوٹی خالہ جان ہماری نگہداشت کے لئے آجایا کرتی تھیں۔ اسی طرح بعض دفعہ حضور ایدہ اللہ کی لمبی بیماریوں میں بھی اپنے گھر کو عملاً خیر آباد کہہ دیا۔

۲۔ جماعتی امور میں انہماک

آپ کی سیرت کا ایک اور پہلو جو شوخ امتیازی رنگوں میں میری یادوں کی زینت ہے جماعتی کاموں میں آپ کا انہماک تھا۔ جتنا وقت آپ نے لجنہ اماء اللہ پر صرف کیا ہے اس کا دسواں حصہ بھی بچوں کی نگہداشت اور تربیت پر خرچ نہیں کیا۔ شاید ہی کوئی دن ایسا آیا ہو کہ آپ گھر پر ہوں اور لجنہ اماء اللہ کی مرکزی یا مقامی کارکنات نے آپ کو گھیر نہ رکھا ہو ہر وقت مختلف قسم کی خواتین کا ایسا آنا جانا رہتا تھا کہ کم از کم میری طبیعت پر بہت گراں گذرتا تھا۔ کچھ تو ایسے چہرے تھے جن سے طبیعت مانوس ہو چکی تھی مثلاً حضرت بھابی زینب۔ حضرت استانی مریم استانی سردار وغیرہ مگر کچھ نت نئے چہرے ایسے بھی دیکھنے میں آتے تھے جن سے سخت اجنبیت محسوس ہوتی تھی اور یوں لگتا تھا کہ

باقی صفحہ ۱۳ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روایتی زیورات
جدید فیشن کے ساتھ
شریف جیولرز
اقصیٰ روڈ۔ ربوہ
فون: دکان ۶۴۹ رہائش ۸۴۱

خالص سونے چاندی کے ساتھ
بہترین ورائٹی کا مرکز
طاہر گولڈ سمتھ
فون دکان: ۶۴۳ بالمقابل ایجنسی لائف گیس اقصیٰ چوک ربوہ۔ فون رہائش: ۷۵۶

• تقریبات کی معیاری فوٹوگرافی • پولرائیڈ پاسپورٹ سائز فوٹو • کاغذات کی اعلیٰ فوٹوسٹیٹ کے لئے تشریف لائیں۔
فوٹو ٹائم سٹوڈیو
گولبازار۔ ربوہ
پروپرائیٹر: عطاء المنان
فون ۷۳۶

دوا تدبیر ہے اور دعا اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتی ہے

حبوب مفید اٹھراء ۱۵/- ۴۵/-	**اکسیر اولاد نرینہ (کورس)** ۷۵/- ۱۵۰/-
تریاق معدہ ۱۰/- ۲۰/-	**روشن کاجل** ۵/-

فہرست ادویہ جنتری ۱۹۹۱ء مفید طبی معلومات کے ساتھ مفت طلب کریں۔
بیرونی مریض (مردانہ و زنانہ خاص امراض) برچہ تشخیص و تجویز خط لکھ کر منگوا سکتے ہیں۔
NASIR ناصر
ناصر دواخانہ رجسٹرڈ گولبازار۔ ربوہ
فون نمبر ۵۳۴ ـــ ۶۳۴

سرمہ طفیل **عرق نور**
کورس ۳ شیشی — معدہ کیلئے مفید
قیمت ۱۲/- — قیمت ۲۰/-
مرض مریض کی نبض دیکھ کر بتائی جاتی ہے۔
حکیم محمد طفیل C/5 کوٹھ کلاتھ ربوہ فون ۷۰۴

ہوالشافی
اولاد ـــ ایک فطری خواہش
بے اولاد مرد و زن کیلئے "**خصوصی ہومیو جرمنی** کورس"
ـــ خدا کے فضل سے مؤثر علاج ـــ
اس کے علاوہ پرانی اور پیچیدہ امراض کیلئے پاکستانی، جرمنی، برطانیہ اور فرانس کی سیل بند ادویات مناسب اور رعائتی نرخ پر حاصل کرنے کیلئے
عزیز ہومیو پیتھک سٹور
یونیورسٹی روڈ رحمان کالونی ربوہ
فون: ۴۱۴

جدید ترین۔ باسہولت۔ بہترین
عزیز ایجیکٹو رجسٹرڈ کی معیاری پیش کش
ڈیپ ویل واٹر پمپ
سکشن: ۵۰ فٹ ڈیلیوری: ۵۰ فٹ
۳/۴ × ۱ سے بے کر ۴ × ۵ گنجائش کنواں کھودنے کی ضرورت نہیں۔ مکمل گارنٹی اور بعد از فروخت سروس۔ مکمل میٹریل۔ بورنگ اور تسلی بخش فٹنگ کی سہولت۔
خان سینیٹری ورکس اقصیٰ روڈ۔ ربوہ فون ۹۱۳

تقریبات کی وڈیو فلم (د) ٹیلیویژن VCR ریپئرنگ کیلئے
شالیمار ٹی وی سنٹر انس مارکیٹ ربوہ
بفضلِ خدا بڑی کامیابی کے ساتھ عرصہ بارہ ۱۲ سال سے ٹیلیویژن، وی سی آر سروسنگ ٹریڈ میں ایک مستند ڈپلومہ ہولڈر ٹیکنیشن کی زیر نگرانی احباب کی خدمت میں مصروفِ عمل۔
(المشتہر) ـــ قمر احمد ـ مظفر احمد نجم

نرینہ اولاد سے محروم حضرات اور اٹھراء کی شکار دکھی عورتوں کے لئے امید کی کرن
اٹھراء کی گولیاں
عورتوں اور بچوں کے علاج کیلئے ہم سے رجوع کریں
گولڈن پلز طاقت کا سرچشمہ
اعضائے رئیسہ کیلئے بے حد مفید اور مقوی
زیر نگرانی: مرض اٹھراء کے مشہور معالج
حکیم عطاء الرحمٰن علوی اینڈ سنز ولد حکیم نظام جان
دواخانہ محافظِ صحت گول چوک ادکاڑہ

هوميو پیتھک کلینک
حنیف
۱۷۶۔ بینک سکوائر مارکیٹ نزد شیزان بیکری ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
موسم سرما کے اوقات کار:-
اتوار سے جمعرات تک صبح ۹½ بجے سے ۱۲ بجے تک
شام ۵ بجے سے ۷½ بجے تک
ہر جمعہ کی شام اور ہفتہ کی صبح دواخانہ بند رہتا ہے
خاکسار: ڈاکٹر شیخ محمد حنیف آف کوئٹہ
حال لاہور

الفضل میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں

طلائی ونقرئی زیورات کی معیاری دوکان
الحمد جیولرز
اقصیٰ روڈ ربوہ

• قدیمی • اولین • شہرہ آفاق
۱۹۱۱ء سے ایک ہی نام
دواخانہ حکیم نظام جان
چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ فون: ۳۹۹۷
برانچیں: • کراچی: فون ۴۱۳۲۵۱
• لاہور: ۱۔ D۔ ۳ گلشن راوی
• ملتان: چوک جان محمد معصوم شاہ روڈ
• منڈی بہاؤالدین: بالمقابل شاہ تاج شوگر مل
• رحیم یار خان: فون ۴۷۹۹
• ربوہ۔ اقصیٰ چوک کالج روڈ
فون نمبر ۵۵۸

ربوہ اور ربوہ کے گردونواح میں ہر قسم کی جائیداد کی خرید و فروخت ہمارے ذریعہ کیجئے اور خدمت کا موقع دیجئے
شریف احمد بھٹی
پراپرٹی سنٹر
ریلوے روڈ رحمت بازار ربوہ
فون گھر: ۴۳۱ آفس: ۵۲۱

ہمارا نصب العین
بہتر اور بے لوث خدمت
ربوہ اور ربوہ کے گردونواح میں ہر قسم کی جائیداد کی خرید و فروخت کیلئے
آپکا اپنا با اعتماد ادارہ
پراپرٹی ہوم اینڈ پراپرٹی سنٹر
کمیٹی مارکیٹ اقصیٰ روڈ ربوہ
پروپرائیٹر: نعیم الرحمن ضیاء

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حبیب الرحمٰن زیروی - اسسٹنٹ لائبریرین خلافت لائبریری - ربوہ

کچھ ذکر حضرت فضل عمرؓ کا

حضرت فضل عمر صحیح معنوں میں قوم کے معمار تھے۔ زندگی میں ہمیشہ غور و فکر اور پورا جدّوجہد سے جماعت کو ایک زندۂ جاوید قوم بنانے میں لگے رہے اور اس میں نہایت درجہ کامیاب ہوئے۔ اس سلسلہ میں چند باتوں کو خاص طور پر ہمیشہ ملحوظِ خاطر رکھا۔

۱۔ عزتِ نفس

زندہ قوم وہی ہے جس کے تمام افراد کی عزتِ نفس کا ہر ایک کو خیال ہو۔ ہر کوئی سمجھے کہ مجھے عزت و توقیر دی جا رہی ہے۔ حضور نے ہمیشہ اس بات کا اہتمام فرمایا۔ اعلیٰ عہدیداروں کو ہدایت فرمایا کرتے کہ اپنے ماتحتوں کا نام لیتے ہوئے "صاحب" کا لفظ استعمال کیا کریں۔ ایک دفعہ وکیل المال محترم چوہدری برکت علی خانصاحب کو ایسی ہی ہدایت کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھیں کہ مَیں نے ابھی تین چار دفعہ اسی احترام کے ساتھ آپ کا ذکر کیا ہے۔ اس پر کوئی زور نہیں لگتا اس لئے ہمیشہ احترام والے لفظوں کے ساتھ ماتحتوں کو پکارا کریں۔

۲۔ وقارِ عمل

قومی زندگی میں وقارِ عمل کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ وسیع تر قومی مفادِ حیات کے لئے ہر فردِ قوم میں اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت بنیادی ضرورت ہے۔ حضور نے ہر احمدی کے ذہن نشین کر دیا ہے کہ وقارِ عمل میں حصہ لینا لازمی امر ہے۔ گڑھوں کو پُر کرنے اور راستے وغیرہ بنانے کے سلسلہ میں حضور اپنے ہاتھوں مٹی کھود کر ٹوکری میں ڈالتے اور خود بھی دوسروں کے لئے نمونہ بنتے ہوئے مقررہ جگہ پر ڈالتے۔ اسی طرح ڈاک کا تھیلا خود کھولتے اور لمبے عرصہ تک خود ہی ڈاک کے تمام لفافے کھولتے رہے اور ہر ایک پر نوٹ لکھتے۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنے میں کبھی عار محسوس نہیں کی۔

۳۔ دارالصنعت کا قیام

ہمیشہ تحریک فرماتے کہ احباب کوئی نہ کوئی ہنر سیکھیں۔ قادیان میں دارالصنعت قائم فرمایا تو اس کا افتتاح کرتے ہوئے اپنے ہاتھ سے رندہ چلایا اور آری سے لکڑی کاٹی جس سے دوسروں میں کام کی عظمت بڑھی اور وہ بھی ذوق و شوق سے آگے بڑھنے لگے۔

۴۔ پُرمشقت زندگی

عام احمدیوں خاص طور پر واقفینِ زندگی دوستوں کو پُرمشقت زندگی اختیار کرنے کی تحریک فرماتے ایک دفعہ قادیان سے ایک واقفِ زندگی گریجوایٹ کو بغیر کوئی پیسہ جیب میں رکھے پیدل گجرات جانے کا ارشاد فرمایا اور انہوں نے تعمیل کی۔ آپ نے فرمایا ؎

بھولیو مت کہ نزاکت ہے نصیبِ نسواں

۵۔ ورزش

کچھ کر کے دکھانے والی قوم کا صحت مند ہونا ضروری ہے۔ قیامِ صحت کے لئے ورزش کی ضرورت ایک کھلی حقیقت ہے جس کی اہمیت حضور نے بار بار بیان فرمائی۔ سیر اور پکنک بھی اسی سلسلہ میں معمول تھا۔ ایک دفعہ قادیان سے دو میل کے فاصلہ پر موضع تتلے کے پاس سے گزرنے والی نہر پر پکنک کے لئے گئے تو احباب کو تیرنے کی تحریک فرمائی۔ خود بھی اس مقابلہ میں شامل ہو گئے ڈیڑھ دو میل تک تیرتے گئے اور آخر تک آپ ہی پہنچے تھے۔

۶۔ وقت کی قدر

قومی زندگی میں وقت کا بہترین استعمال انتہائی اہم ہے۔ حضور بیک وقت کئی کام سرانجام دیتے۔ ایسا تو بارہا ہوا کہ پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کے علاوہ کوئی اور بزرگ بھی ڈاک لے کر حاضر ہیں اور باری باری دونوں کا ایک ایک خط سن کر ہدایت فرماتے۔ ان میں سے ایک ہدایت سن کر نوٹ کر رہا ہوتا کہ حضور دوسرے کو بھی ہدایت فرما چکے ہوتے اس طرح وقت کی قدر و منزلت اپنے عمل سے ظاہر فرمائی۔

۷۔ قومی سرمایہ کی حفاظت

قومی زندگی کے لئے قومی سرمایہ کی حفاظت انتہائی اہم مسئلہ ہے۔ حضور ذاتی کاموں پر جماعتی وسائل استعمال کرنے سے ہمیشہ منع فرماتے۔ ایک دفعہ پانچ صد روپے کی رقم بھجوانی تھی جو اپنے بھائی حضرت مرزا شریف احمد صاحب کو دیتے ہوئے تاکید فرمائی کہ اسے کوٹ کی اندر والی جیب میں ڈال کر جیب سی لو تا کہ ضائع ہونے کا اندیشہ نہ رہے۔ حالانکہ انتہائی ذمہ دار آدمی کو سونپی جانے والی یہ کوئی بہت بڑی رقم نہ تھی مگر قومی دولت کی حفاظت کرنے کا ایک بہترین سبق تو اسی طرح ممکن تھا!۔

۸۔ غور و فکر

قومی زندگی کے لئے غور و فکر بھی انتہائی ضروری ہے۔ ایک دفعہ آپ نے ایک گروپ کو تحریک فرمائی کہ ہر ہفتہ کسی نہ کسی موضوع پر سب مضمون لکھیں۔ کچھ عرصہ پر انہوں نے کہا کہ حضور! ہمیں اتنے عناوین ڈھونڈنا مشکل ہو رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ الفضل لاؤ اور اس کے صفحات سے عناوین خود اخذ کیا کرو۔ پھر پہلے ہی صفحہ سے ایک جملہ "خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ" پر غور کرو تو تمہیں خدا۔ فضل اور رحم تین عناوین مل گئے۔ اسی طرح عادت ڈالو تو بے شمار عناوین ہر اخبار کے ہر صفحہ سے اخذ کئے جا سکتے ہیں۔

۹۔ کارکنوں کی ضرورت کا خیال

اپنے ماتحت کام کرنے والوں کی بنیادی ضروریات کا خیال رکھنا ایک معمارِ قوم کے لئے ازبس ضروری ہے۔ ایک دفعہ ناصر آباد (سندھ) گئے ہوئے تھے۔ کپاس کی خریداری وغیرہ کے سلسلہ میں کارکنان کو ریزگاری کی ضرورت ہوتی ہے اس کے لئے آپ نے اپنے سیکرٹری کو دو تین ہزار روپے کا چیک دے کر بھیجا کہ بینک سے ریزگاری لے کر کارکنوں کو پہنچا دیں اور حفاظتی نقطۂ نظر سے سیکرٹری صاحب کے ساتھ دو اور دوستوں کو بھی بھیج دیا اس طرح ایک طرف عام کارکنان کی سہولت مدِنظر رہی تو ساتھ ہی سیکرٹری صاحب کے بھی تحفظ کا خیال بھی رکھا

۱۰۔ حوصلہ افزائی

کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی مزید کام کی امنگ پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے۔ حضور کو گرمائی سیر کے لئے ایک مقام کھجیار پسند تھا۔ پاکستان آ کر ضلع شاہ پور میں جابہ کے نزدیک نخلہ نام سے ایک مقام آباد کیا گیا۔ محترم مولانا عبدالرحمٰن صاحب انور نے اردگرد پیدل چل کر ایک جگہ تلاش کی جہاں ایک چشمہ بھی تھا اور اس چشمہ کے سبب درخت وغیرہ بھی، حضور کی خدمت میں درخواست کی کہ کھجیار کی طرح ایک خوشگوار جگہ ہے۔ وہاں پکنک کے لئے گئے۔ جگہ کو خوشگوار پاتے ہوئے فرمایا کہ اس جگہ کو دریافت کرنے والے کولمبس انور صاحب ہیں۔ پھر جگہ کا نام کھجیار انور رکھ دیا۔ آقا کی طرف سے حوصلہ افزائی خدام میں بلاشبہ ایک نئی روح پیدا کرنے کا موجب ہے۔

حسن اور خوبصورتی کیلئے
روشن کاجل
قیمت ـــــ ۵/-
ناصر دواخانہ ربوہ

جدید ڈیزائنوں میں اعلیٰ زیورات بنوانے کیلئے ہمارے ہاں تشریف لائیں
مرکز سلسلہ میں خدمت کے چھبیس سال
زیورات کی دنیا میں منفرد نام
میاں نسیم احمد طاہر
گولڈ سمتھ
شاہد مارکیٹ اقصیٰ روڈ ربوہ
فون دکان: ۸۳۷ فون گھر: ۷۱۷

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بقیہ: صـ۱۰ سے آگے

یہ کوئی گھر نہیں بلکہ "بیٹھے ہیں راہگذر پہ ہم" باقی بچوں کے متعلق مَیں نہیں جانتا کہ کیا تأثرات تھے۔ مگر میرے اور امّی کے درمیان تو ہمیشہ یہ لجنہ ایک پردے کے طور پر حائل رہی۔ شاذ ہی کوئی وقت ایسا ملتا تھا کہ علیٰحدہ بے تکلفانہ گھریلو ماحول میسّر آتا ہو خصوصاً جمعہ اور ہفتہ کے روز تو ہمارا گھر راہگذر ہی نہیں۔ گول باغ کی طرح کا ایک پبلک جلسہ گاہ بن جایا کرتا تھا۔ (بیت) اقصیٰ کے قرب کی وجہ سے جمعہ ہمارے گھر ہوتا تھا۔ صبح نماز کے بعد سے اس کی تیاری ہوتی تھی۔ محلوں سے کارکنات آتی تھیں۔ سائبان لگتے تھے۔ صفائیاں ہوتی تھیں۔ لاؤڈ سپیکر نصب ہوتے تھے۔ جمعہ تک ان تیاریوں کی گہما گہمی پھر جمعہ کے بعد لجنہ کی مجلس عاملہ کی میٹنگ۔ لیکن اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ عام جمعہ پڑھنے والیاں بھی اس رفتار سے گھر خالی نہیں کرتی تھیں جس رفتار سے مرد (بیت الذکر) خالی کرتے ہیں۔ بلکہ بعض تو گویا پک نک مناتے آتی تھیں۔ طبعاً بھی عورتیں مردوں کی نسبت زیادہ مجلسی مزاج واقع ہوتی ہیں۔ اور آسانی کے ساتھ ایک دوسرے سے علیٰحدہ نہیں ہو سکتیں۔ بہرحال وجہ کچھ بھی ہو، صبح سے لے کر غروب آفتاب تک گھر خواتین کی آماجگاہ بنا رہتا۔ اور کسی کونے کھدرے، کسی گوشے میں بھی خلوت میسّر نہ آتی تھی۔ مجلسی خواتین تو بے چاری صحن یا برآمدوں میں ہی بیٹھی باہمی دُکھ سُکھ کر کے گھروں کو سدھارتی تھیں۔ کارکن خواتین انتظامی کاموں مثلاً سمیٹا سمائی۔ صفائی وغیرہ میں مصروف ہو جاتی تھیں۔ مجلس عاملہ کی ممبرات اُوپر امّی کے کمرہ میں اجلاس میں منہمک ہوتی تھیں لیکن ان سب سے الگ ایک طبقہ نسواں ایسا بھی تھا جو اپنے تجسّس میں "شرلک ہومز" سے کسی طرح کم نہ تھا۔ ان کو گھر کے جملہ افراد ساز و سامان، در و دیوار، میز کرسیوں، برتنوں وغیرہ میں دلچسپی ہوتی تھی۔ جیسے ایک دیہاتی کو چڑیا گھر میں دلچسپی ہوتی ہے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ مَیں سہما ہؤا کسی کونے میں چھپا بیٹھا ہوں کہ اچانک دو چار خواتین نے مجھے دریافت کر لیا۔ اور گھیر کر رننگ کمنٹری (RUNNING COMMENTARY) دینے لگیں۔ بعض اوقات تو اس حد تک میرے نقوش کی تفصیلات میں دلچسپی لیتی تھیں کہ ناک کان، آنکھ وغیرہ کا شجرۂ نسب علیٰحدہ علیٰحدہ بیان ہوتا تھا۔ کوئی چیز دادا پر جاتی تھی تو کوئی نانا پر کوئی باپ پہ تو کوئی ماں پر کوئی چچا بہن پھوپھی، ماموں خالہ وغیرہ وغیرہ پر اور آراء کے اختلافات کا فیصلہ بھی وہیں میرے سامنے چکایا جاتا تھا۔ جیسے کسی درخت، کسی حیوان یا منظر پر تبصرہ ہو رہا ہو۔ بعض اس بات پر مُصر ہوتی تھیں کہ سب کچھ اپنا ہی ہے کچھ کسی پر نہیں گیا اور غالباً یہی بات درست تھی۔

ہفتہ کا دن درس کا دن ہوتا تھا اور جمعہ سے بہت حد تک مشابہ پھر حضرت صاحب کی باری والے دن بھی زیارت کرنے والیوں کی دُعا کی درخواست کرنے والیوں۔ شکایت کرنے والیوں اور مصیبت زدہ خواتین کا ایک عام تانتا بندھا رہتا تھا۔ بچوں، شور اور ان کا جگہ جگہ حوائج ضروریہ سے فارغ ہونا، پھولوں اور پودوں کو خراب کرنا، گملوں کو توڑنا وغیرہ یہ سب امور ان ہنگاموں کے چہروں کی رونق تھے مگر امّی کبھی ان باتوں سے نہیں تھکیں، نہ ان کی پیشانی پر بل آیا، نہ دھیان کبھی اس طرف منتقل ہؤا کہ نسبتاً کم حوصلہ بچوں کو شاید کبھی تکلیف پہنچتی ہو۔

غالباً اس گہما گہمی کا ردِّ عمل ہے کہ مجھے بچپن ہی سے تنہا جگہیں اور خالی مکانات بہت پسند ہیں۔ سب سے زیادہ میرا دل اپنے گھر میں اس وقت لگتا تھا جب ابا جان اور امی وغیرہ سکول میں چھٹیاں نہ ہونے کی وجہ سے مجھے اور بھائی خلیل کو گھر پر ہی چھوڑ کر باہر سندھ یا پہاڑ وغیرہ پر چلے جاتے تھے۔ چھٹیوں میں تو ہم بھی ہمسفر ہوتے تھے مگر سکول کے دنوں میں ہمیں پیچھے قادیان ہی رہنا پڑتا تھا۔ چنانچہ ان پُرسکون دنوں میں احساس تنہائی کے لُطف کو اور بڑھانے کی خاطر میں بعض اوقات مقفل کمروں میں روشندانوں کے ذریعہ اُتر کر جا بیٹھتا تھا۔ میری اس عادت کا امّی کو بھی بخوبی علم تھا اور اکثر چڑ کر کہتی تھیں کہ یہ تمہیں اندھیری بند کوٹھڑیوں میں چھُپ بیٹھنے کی کیا عادت ہے؟ اور مَیں ان دنوں اس عادت کی کوئی توجیہہ پیش نہیں کر سکتا تھا۔ اب کبھی سوچتا ہوں تو اپنے بچپن کے اس تنافر پر غصہ آتا ہے اور امی کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے کہ جو کچھ کیا درست کیا۔ بڑے ہی بابرکت تھے وہ اجتماع جو خدا کے دین کی رونق بڑھانے کی خاطر بلائے جاتے تھے اور بابرکت تھا وہ گھر جو ان کی آماجگاہ بنا ہؤا تھا۔ ایک نادان بچے کے احمقانہ جذبات کی قیمت ہی کیا ہے۔ اگر ہمارے دین کی عظمت اور رونق بڑھتی ہو تو ایسے کروڑ بچوں کے کروڑ گھر سڑکیں بن جائیں اور خدا کی تسبیح و تحمید کرنے والے ان پر مونڈھے سے مونڈھا ملا کر چلیں۔ مبارک تھیں وہ آنے والیاں جنہوں نے خدا کے اجتماعی ذکر سے ہمارے مٹی کے گھروندے کو خدا کا گھر بنا دیا تھا اور مبارک تھی وہ بلانے والی۔ اللہ تعالیٰ اسے غریقِ رحمت کرے اور اعلیٰ علیین میں اس کے محل بنائے۔

کئی دفعہ غالباً حضور ایدہ اللہ کی بیماری یا کسی فتنہ کے ایام میں امّی جان اپنے گھر پر مغرب کی نماز باجماعت کا انتظام بھی کرواتی تھیں۔ تا کہ اکٹھی دُعائیں ہو سکیں اور اکثر گھر کی اور کچھ ارد گرد کی باہر کی خواتین بھی آ کر شامل ہوتی تھیں۔

یہ گھر صرف مستورات کے جماعتی کاموں کے لئے مخصوص نہیں تھا۔ بلکہ بعض اوقات مَردوں کے اجلاس بھی ہمارے گھر کے نچلے صحن میں ہوتے تھے۔ حضور ایدہ اللہ نے ایک مجلسِ ارشاد بنائی ہوئی تھی جس میں ماموں جان میر محمد اسحٰق صاحب بہت دلچسپی لیتے تھے۔ اس کے بھی کئی اجلاس نچلے صحن میں ہوتے رہے۔ مغرب کی یا عشاء کی نماز کے بعد دیر تک اجلاس ہؤا کرتا تھا۔ اس میں ایک مرتبہ مَیں نے بھی نظم پڑھی تھی جس کے متعلق امّی کی رائے یہ تھی کہ ہر مصرعہ کا سُر الگ تھا۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ لوگ محظوظ ہو رہے تھے۔

بقیہ: صـ۵ سے آگے

ہی زوال ہے۔ نہ علوم و فنون کا شوق ہے نہ صنعت و حرفت کا، نہ انجینئری میں دخل ہے نہ زراعت و باغبانی سے واقفیت۔ ہر بات میں اپنے ہمعصروں سے پیچھے ہی چلے جاتے ہیں اور یہ سب اس کا نتیجہ ہے کہ خدا کو چھوڑ بیٹھے ہیں جس کی وجہ سے خدا انہیں چھوڑ بیٹھا ہے ورنہ اس قدر جلدی اُس حالت سے اس حالت تک پہنچنے سے کیا مطلب؟ افسوس کہ اب بھی اس موقعہ کو ہاتھ سے دے رہے ہیں اور وقت سے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتے۔ قِصہ کوتاہ ہم اس جگہ سے چل کر آگے چلے۔ اب جو جگہ دیکھنے کے قابل آئی تھی وہ قُطب مینار ہے جس کے راستہ میں حضرت صاحب کو پچھلی دفعہ نہایت مبارک اور مبشر خدائی خبر ملی یعنی

"دستِ تو دعائے تو ترحّم از خدا"

راستے میں سڑک کے کنارہ پر دو مقبرے ہیں۔ جن کا نام بیوی باندی کا مقبرہ مشہور ہے۔ جو باندی کا ہے وہ تو بڑا ہے اور جو بیوی کا ہے وہ بہت چھوٹا سا ہے اور اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ایک لونڈی تھی جو اپنی بیوی کو بہت پیاری تھی تو میاں نے بیوی کے لحاظ سے اس کا مقبرہ خوب اچھی طرح بنوایا لیکن جب وہ بیوی مری تو اس کا مقبرہ بہت چھوٹا سا بنوا دیا کیونکہ اس سے کچھ محبت نہ تھی بلکہ کسی قسم کا لحاظ تھا، جب لحاظ نہ رہا تو کسی کے دکھاوے کی کیا ضرورت رہی۔ یہ واقعہ بھی بڑی عبرت کے قابل ہے۔

والد صاحب (حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) فرمایا کرتے تھے کہ جب آپ کے والد فوت ہوئے تو آپ کے بڑے بھائی کے رُعب سے بہت لوگ ان کی وفات پر اظہارِ افسوس کرنے آئے۔ لیکن جب وہ خود فوت ہوئے تو چونکہ حضرت صاحب کا دنیاداری سے کچھ تعلق نہ تھا اور لوگ آپ کا اس قسم کا رعب نہ ملتے تھے۔ کوئی پوچھنے تک بھی نہیں آیا کہ کیا حال ہے۔ اور یہ واقعات ہمارے سامنے روز ہوتے ہیں، کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ ہم روزمرّہ دیکھتے ہیں کہ ایک معزز شخص کی زندگی میں تو اگر اُن کے نوکر کو بھی پھوڑا پھنسی نکل آوے تو بڑے بڑے معززین دوستی اور محبت جتلانے کے لئے فوراً آ حاضر ہوتے ہیں۔ کہ سنا ہے کہ آپ کے نوکر کو یہ تکلیف ہو گئی ہے، ہمیں سن کر بہت صدمہ ہوا۔ بڑا وفادار نوکر ہے۔ اور اسی قسم کی سَو سَو باتیں بناتے ہیں لیکن اگر اس کا مالک اُٹھ جاوے تو اگر اس کا اکلوتا بیٹا بھی دُکھ اور مصیبت میں ہو۔ اور تکلیفوں نے اس کی کمر بھی توڑ دی ہو تب بھی کچھ توجہ نہیں ہوتی یا تو محبت کے دعوے ہوتے ہیں یا ایک ذرا سی مدت میں بات نفرت اور حقارت تک پہنچ جاتی ہے مگر یہ ان ہی لوگوں کی بات ہے کہ جن کے دل نورِ ایمان سے خالی ہوتے ہیں اور دنیا طلبی ان کے خمیر میں ہوتی ہے جن کو اس شخص سے محبت نہیں ہوتی بلکہ اس کے جاہ و جلال سے ہوتی ہے ورنہ مجنوں کو تو سگِ لیلیٰ تک سے بھی پیار تھا ...... غرض کہ نیک لوگوں کی محبت نہایت بے غرضانہ ہوتی ہے۔ ہاں جن لوگوں کے دلوں میں کھوٹ ہو، اُن کی محبت بھی نفرت سے بھری ہوتی ہے۔ اتنا فائدہ ضرور ہوتا ہے کہ ہر ایک شخص اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے کہ اصل تعلق اور پیار خدا سے پیدا کرے کیونکہ اس پر تو فنا نہیں نہ اس کی عظمت و شان جاتی رہے گی......

حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

پردہ عورتوں کی عفت کی حفاظت کے لئے ہے۔ کسی بھی انسانی دائرہ میں خواتین کی بامعنی اور صحت مند شرکت میں روک نہیں بنتا۔ یہ بات ہے جو سمجھائی جانی ضروری ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

راحت جان
تبخیر معدہ کی مجرب دوا
قیمت -/۱۵

شربت صدر
نزلہ زکام اور کھانسی کیلئے
قیمت -/۸

تریاق معدہ
خرابیٔ ہاضمہ کا موثر علاج
قیمت -/۱۰ ، -/۲۰

سرمہ جواہر
قیمت -/۵

روشن کاجل
آنکھوں کی خوبصورتی کیلئے
قیمت -/۵

دوا تدبیر ہے اور دعا اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتی ہے۔
NASIR ناصر
ناصر دواخانہ رجسٹرڈ ربوہ

ربوہ میں آپکے جیولرز
پاک گولڈ سمتھ
گولبازار ربوہ
میاں عبدالمنان ناصر ولد میاں عبدالسلام
فون : ۵۵۰ گھر : ۷۴۹ ، ۵۴۹

سرکن دی اپھارہ
نیز دیگر امراض حیوانات مثلاً منہ کھر، زہرباد، سوزش پستان، فالج، ٹک، تھنوں میں ناڑ وغیرہ پیدا ہونا، گل گھوٹو (خناق)، کنار، واہ چیچک وغیرہ کے لئے کیورٹیو ادویات مندرجہ ذیل سٹاکسٹ سے کمپنی کے مقررہ نرخ پر حاصل کریں۔
(وٹرنری ڈاکٹرز فری لٹریچر و سیمپلز براہ راست کمپنی سے طلب کریں)
لاہور : ـــــ پاکستان میڈیکوز لوئر مال
کراچی : ـــــ شہزاد میڈیکل سٹور بھینس کالونی روٹ نمبر 5 لانڈھی
فیصل آباد : ـــــ میاں شادی میڈیسن ۔ گول امین پور بازار
راولپنڈی : ـــــ جرمن ہومیو لیبارٹریز ۔ بوہڑ بازار
ملتان : ـــــ زکریا میڈیکل سٹور ۔ بیرون لوہاری گیٹ
رحیم یار خان : ـــــ رحمٰن میڈیکل سٹور ۔ کچی منڈی لیاقت پور رحیم یار خان
کیورٹیو میڈیسن کمپنی (ڈاکٹر راجہ ہومیو) رجسٹرڈ
لاہور کراچی
ہیڈ آفس ربوہ فون ۷۷۱ ـ ۶۰۶

مردانہ اولاد سے محروم ۔ بے اولاد ۔ اٹھراء ۔ سوکھا ۔ گرمی ۔ گیس کا علاج کرنیوالے
سنہ ۱۹۱۱ء سے مصروف خدمت
مشہور دواخانہ (رجسٹرڈ)
چوک گھنٹہ گھر ۔ گوجرانوالہ پوسٹ بکس نمبر ۱۹۰
فون ۰۴۳۱ ۷۴۸۴۴ / ۷۶۴۹۷
زیر نگرانی : حکیم عبدالحمید اعوان ابن حکیم نظام جان
برانچیں : ربوہ : اقصیٰ چوک نزد ڈیٹر بکس ، ملتان : نزد پرانی کوتوالی حضوری باغ روڈ
لاھور : جوہر ٹاؤن فیز I بالمقابل مسجد چک مزنگ نزد آخری سٹاپ ممتاز مارکیٹ وفاقی کالونی نیو کیمپس روڈ ، چوک قلعہ کالروالہ : تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ ، کراچی : محمود آباد نمبر ۳ نزد شبینہ ڈاکخانہ
خواتین کے لئے انتظام کیساتھ

ھوالشافی
جدید یونانی طریقہ علاج کا مرکز
الیاس دواخانہ
ہر قسم کے پیچیدہ امراض کے علاج کیلئے تشریف لائیں
مستورات کیلئے معائنہ کا معقول انتظام ہے نیز ہر قسم کی دیسی ادویات بھی دستیاب ہیں
حکیم الیاس احمد رجسٹرڈ طبی کونسل پاکستان ۔ اقصیٰ روڈ ۔ ربوہ

EXPORTERS FROM PAKISTAN
IMPORTERS FROM FOREIGN COUNTRIES
ATTENTION PLEASE :-
PARTIES INTERESTED IN QUALITY EXPORT OR IMPORT OF KNITTWEARS OR HANDI-CRAFTS
PLEASE CONTACT :
AHMAD ESTATES AGENCY
P.O. BOX 26 RABWAH. PAKISTAN
TELEPHONE 04524-535 FAX 04524-825 696
CABLE :- DOGARS
GOODS ALSO MANUFACTURED ACCORDING TO THE SAMPLES OF BUYER
QUALITY GUARANTEED
FAZAL AHMAD DOGAR

کراچی میں معیاری سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
الکریم جیولرز
بازار فیصل کریم آباد (چورنگی)
کراچی
فون ۶۸۵۵۱۱
پروپرائیٹرز
میاں عبداللطیف شاہکوٹی
اینڈ سنز

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سرجانی ٹاؤن

میں

ایک منفرد ٹاؤن شِپ

دولت نگر

کے ڈی اے اسکیم نمبر ۴۱۔ سرجانی ٹاؤن کراچی

۱۲۰ مربع گز کے رہائشی پلاٹ آسان اقساط پر

ماہانہ قسط 425 روپے

abl

الائیڈ بلڈرز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

ایس۔ بی ۶، بلاک ۲۔ گلشن اقبال کراچی فون ۴۶۱۲۹۳

Digitized by Khilafat Library Rabwah

احباب جماعت احمدیہ کو نیا سال

مبارک

ہو

شیزان

پاکستان میں
تازہ پھلوں کی مصنوعات
بنانے والا
سب سے بڑا ادارہ

Shezan International Ltd., Lahore-Karachi.

adcom 111-89

شیزان انٹرنیشنل لمیٹڈ (پرائیویٹ)

لاہور ــــ کراچی